لکھنؤ

تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ

اصل خطرہ

اس ملک کو اصل خطرہ چین و پاکستان اور روس و امریکہ سے نہیں ہے بلکہ خود غرضی، خود رائی، مفاد پرستی اور مختصر الفاظ میں نفس پرستی کے اس روگ سے ہے جو اس ملک کو گھن کی طرح کھائے جا رہا ہے، اسی طرح مسلمانوں کو اصل خطرہ جن سنگھ۔ آر، ایس، ایس یا کانگریس یا کسی اور جماعت سے نہیں ہے ان کو بھی اصل خطرہ اسی روگ سے ہے جس کی تباہ کاریوں کے نمونے عالمی سیاست کے اسٹیج پر ہر وقت دیکھے جا سکتے ہیں۔

یہ روگ یہ ہے کہ ہماری بات چلے، ہمارا جھنڈا اونچا رہے، ہماری حکومت قائم ہو، ہماری بالادستی تسلیم کی جائے، جو کام ہو وہ صرف ہمارے ذریعہ سے ہو، سب ہمارے پیچھے چلیں اور ہماری بات مانیں۔ اس روگ کا دائرہ جب محدود ہوتا ہے تو یہ خرابی ایک گھر کے چند افراد تک، ایک خاندان اور برادری تک اور ایک جماعت، ایک شہر ایک صوبہ تک رہتی ہے اور جب اس کا دائرہ وسیع ہوتا ہے تو اس سے ہولناک عالمی جنگیں وجود میں آتی ہیں، پورے پورے ملک صفحۂ ہستی سے مٹ جاتے ہیں ایک فرد کی خاطر اور ایک جھوٹے وقار، آن اور ضد کے لئے لاکھوں انسانوں کے سروں سے کھیلا جاتا ہے اور خفیہ ملاقاتوں میں ملکوں کی قسمتوں کے فیصلے کئے جاتے ہیں!

(مولانا سید محمد الحسنی مرحوم)

فی کاپی، ایک روپیہ — زر سالانہ: بیس روپئے — ۲۵ فروری ۱۹۸۳ء

Regd No. LW/NP 56 Phone : 42948, 49747

TAMEER-E-HAYAT

FORTNIGHTLY

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226007 (India)

عبّاس علاء الدّین اینڈ کمپنی

Abbas Alauddin & Co

WHOLESALE AND RETAIL TEA MERCHANTS.

44, Haji Building, S. V. Patel Road,
Null Bazar, BOMBAY. 3.
Tele : Add. CUPKETTLE

Phone { SHOP: 862220 RESI: 898684

۴۴۔ حاجی بلڈنگ، ایس، وی، پٹیل روڈ
نل بازار
بمبئی ۳

اسپشل مکسچر
اسپشل ممری
ہوٹل مکسچر
سوداگر مکسچر
کپ برانڈ
گولڈن ڈسٹ
فلاور بی، او، پی
سوپر ڈسٹ

جہادِ نو (بے بی ٹانک)

شربت نزلہ
کھانسی، زکام، نزلہ کے لئے

دماغین

خون صفا

چند مشہور اور پیٹنٹ دوائیں

دواخانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

مجلس تشخیص و تجویز کو اپنی بیماری کے حالات لکھ کر طبی مشورہ مفت حاصل کیجئے

مئو کے اصلی نورانی تیل کی خاص پہچان

- لیبل پر مینوفیکچرنگ لائسنس نمبر U18/77 ضرور دیکھیں
- کیپسول پر LT مارک دیکھیں
- اگر لیبل پر مذکورہ لائسنس نمبر نہ ہو اور ایل ٹی مارک نہ ہو یا دوسرا مارکہ ہو تو ہرگز نہ خریدیں۔

نورانی تیل
درد، زخم، چوٹ، کٹنے، جلنے کی مشہور دوا

انڈین کیمیکل کمپنی، مئوناتھ بھنجن، یوپی

بمبئی میں

خالص گھی اور میوہ جات سے بھرپور

مٹھائیاں اور حلویات
عمدہ و لذیذ
سلیمانی افلاطون

اس کے علاوہ خصوصی پیش کش

ڈرائی فروٹ برفی
ملک کیک * قلاقند * ملائی * برفی * کوکو ملائی برفی

ہر قسم کے تازہ و خستہ
بسکٹ
اور
نان خطائیاں

خریدنے کا قابل اعتماد مرکز

سلیمان عثمان مٹھائی والے

مینارہ مسجد کے نیچے، بمبئی فون 320059

بیکری: ۳۳۔ محمد علی روڈ بمبئی ۳

لکھنؤ

تعمیر حیات

پندرہ روزہ

شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

جلد نمبر ۲۰ | ۲۵ فروری ۱۹۸۳ء ——— ۱۱ جمادی الاول ۱۴۰۳ھ | شمارہ نمبر ۸

زر تعاون:
اندرون ملک ——— بیس روپے
فی پرچہ ——— ایک روپیہ
بیرون ملک بحری ڈاک ——— ۵ پونڈ
ہوائی ڈاک
ایشیائی ممالک ——— ۶ پونڈ
افریقی ممالک ——— ۸ پونڈ
یوروپ و امریکہ ——— ۱۰ پونڈ

ادا ریہ:

لبنان کا المیہ اور افغانستان کا جہاد

عالمِ اسلام کی مثال ایک زخمی جسم کی ہے اور زخم بھی ایک نہیں متعدد چھوٹے بڑے گہرے اتھلے مختلف نوع کے ہیں، کہا جاتا ہے کہ اسلامی دنیا مراکش کے سرحدی شہر طنجہ سے شروع ہوکر اور انڈونیشیا کے آخری جزیرہ ساترا تک پھیلا ہوا ہے، ان میں مراکش سے لے کر مسقط تک جو آبادی ہے وہ انسانی وحدت کی بنا پر عرب دنیا کے نام سے موسوم ہے اسی لئے عرب قومیت کے علم برداروں کا نعرہ تھا کہ "من المحیط الی الخلیج" ہماری حکمرانی ہے یعنی بحر ابیض متوسط سے لے کر خلیج کی آخری ریاست تک، یہ دنیا جیسا کہ عرض کیا زخموں سے چور ہے مراکش کی جنگ الجزائر سے ہے موریتانیہ کی بھی چشمک اسی سے ہے اور ان دونوں کی جنگ لیبیا سے ہے، عراق و ایران کی جنگ تو ابھی سرد بھی نہیں ہوئی ہے شام و عراق کی آویزش چل ہی رہی ہے شام اور عراق برسرِ پیکار ہیں حالانکہ دونوں اسلام بیزار اور الحاد پسند تحریک کے علم بردار ہیں۔ دوسری طرف ایک پاکستان ہے جو اندرونی اور بیرونی سازشوں کا شکار ہے کبھی بلوچستان کا مسئلہ کھڑا ہوتا ہے کبھی سندھ کا، کوئی اس کو اسلامی حکومت بنانا چاہتا ہے اور کوئی سیکولر اسٹیٹ میں تبدیل کرنا چاہتا ہے بے شمار تحریکیں ہیں اور نت نئے دعوے ہیں اور آگے بڑھیے انڈونیشیا میں کمیونسٹوں اور مسلمانوں کے درمیان سرد جنگ چل رہی ہے عیسائی مشنریاں علی الاعلان اپنا کام کر رہی ہیں اس کے متصل مالیزیا ہے جس کے ایک کنارے فطانی علاقہ اب تک غیر مسلموں کے قبضہ میں ہے اور مستقل دردِ سر کا باعث ہے غرض جیسا کہ کسی شاعر نے کہا تھا

ع تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

کا نمونہ سامنے ہے لیکن ان تمام سازشوں آویزشوں اور معرکوں سے بڑھ کر دو ملک لبنان اور افغانستان بیرونی جارحیت کا شکار ہیں، لبنان سرسبز و شاداب پہاڑی ملک جس کا رقبہ اور آبادی تو کچھ زیادہ نہیں لیکن اس کی بین الاقوامی اہمیت بہت زیادہ ہے، وہاں مسلمانوں کی تعداد ساٹھ فیصدی سے زیادہ ہے لیکن ان کو کم کرکے بتایا جاتا ہے کیونکہ یہودی اور شیعوں کی قسمیں دروز نصیری امامی یہ سب مردم شماری میں غیر مسلم دکھلائے جاتے ہیں اس طرح فوج میں بالادستی عیسائیوں کی ہے با اختیار صدرِ حکومت عیسائی ہوتا ہے اور نام نہاد وزیر اعظم وزیر خارجہ اور داخلہ عیسائی ہوتے ہیں اور وزیر زراعت وسیاحت مسلمان فلسطینیوں نے اس کو اپنی جائے پناہ بنایا تھا اسرائیل ان کو وہاں سے بے دخل کرنے میں کامیاب ہوگیا اسرائیل کا تو خیر نام ہے یوں کہیے کہ امریکہ نے اپنی پوری قوت اسرائیل کی پشت پناہی پر صرف کردی اور وہ المیہ پیش آیا جس سے خود اسرائیل کے انصاف پسند باشندے لرز اٹھے۔

اخبار بین حضرات کو معلوم ہوگا کہ ان دنوں لبنان کی فوج کا کہیں ذکر نہیں آیا کسی موقع پر یہ نہیں سنا گیا کہ لبنان کی فوج جس کے سپاہی بجسم شمیم سُرخ سفید نظر آتے تھے کہاں جاکر چھپ گئے، لڑنے والے نہتے کمزور فلسطینی تھے، جن کا مقابلہ یہودیوں سے، درندوں سے، اور امریکہ کے اسلحہ سے تھا۔ یہ المیہ، ایک ڈرامہ کی شکل میں سامنے آیا اور اب اس کی آخری فصل یا اس کا آخری سین لکھا جارہا ہے یعنی لبنان کو اسرائیل کے زیر نگیں ایک ریاست کی حیثیت دی جائے جس کا ظاہری نام صلح اور اچھے پڑوسی بن کر رہنے کا معاہدہ ہو، اور درحقیقت وہ بالادستی ہو اسرائیل کی۔

لیکن افغانستان کی صورت حال بالکل مختلف ہے افغانی نہتے ضرور ہیں لیکن غیور و خود دار بھی ہیں وہ مٹ سکتے ہیں لیکن غلام بن کر زندہ نہیں رہ سکتے، اگر لبنان کا مقابلہ امریکہ سے تھا تو ان کا مقابلہ بھی اسی درجہ کی طاقت روس سے ہے جو براہِ راست اپنی ایک لاکھ فوج سے اس ملک پر قبضہ کئے ہوئے ہیں۔ مجاہدوں کے سروں پر زہریلے بموں کا کاسٹر بموں پلاسٹک بموں کی بارش کی گئی لیکن وہ اپنی پرانی بندوقوں اور دستی ہتھیاروں سے اس کا

(بقیہ صفحہ پر)

اس دائرہ میں اگر سُرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہوچکا ہے لہٰذا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان، آپکی خدمت میں پہنچتا رہے تو اس کا سالانہ چندہ مبلغ بیس روپے ارسال فرمایئے۔ اگر اگلے شمارہ کی روانگی سے پہلے آپ کا چندہ یا خط موصول نہ ہوا تو یہ سمجھ کر کہ آپ کو وی۔ پی کے ذریعہ سے چندہ ادا کرنے میں سہولت ہے۔ اگلا پرچہ مع وی۔ پی خرچ Rs. 26/25 کے مطالبہ میں وی۔ پی سے روانہ ہوگا۔ چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا نمبر خریداری لکھنا نہ بھولیں۔

سلوک سلیمانی

دین و دنیا کی وحدت

از: مولانا محمد اشرف خان صاحب پشاور یونیورسٹی

"ان عظیم الشان غلطیوں میں جن میں لوگ ہمیشہ مبتلا تھے، ایک یہ بھی کہ وہ سمجھتے تھے کہ دین و دنیا دو مختلف چیزیں ہیں، دونوں کا دائرہ الگ الگ ہے۔ جو دین کو اختیار کرتا ہے، دنیا سے علٰحدہ ہوجاتا ہے اور جو دنیا اور زخارفِ دنیا پر نظر ڈالتا ہے اس کے ہاتھ سے دین کا دامن چھوٹ جاتا ہے، اس خیال نے اگرچہ ایران، ہندوستان، چین اور دیگر ممالک مشرقیہ میں عملی شکل اختیار کر لی تھی اور راہبان صومعہ نشیں اور بادشاہان لشکر شکن کے حدود زندگی اور دائرہ عمل میں ایسی حد فاصل قائم کردی تھی کہ دونوں کا اجتماع و تعاون تقریباً ناممکن ہوگیا تھا تاہم اس سلسلہ میں سب سے زیادہ قابل توجہ وہ قومیں تھیں جو اپنے کو صحائف آسمانی کا پیرو اور سفیرانِ الٰہی کا مخاطبِ اول سمجھتی تھیں۔

ہندو بدھ، کنفوشی اور زردشتی نقطہ ہائے نظر سے زیادہ قابل غور وہ تخیل تھا جس میں انسانوں کی تقسیم کردی گئی تھی کہ ان میں کچھ دین کے کارکن تھے اور کچھ دنیا کے، ہندوؤں میں طبقۂ برہمن دین کے لئے اور راجپوت بادشاہی کے لئے اور ویش تجارت اور کاشتکاری کے لئے اور شودر محنت و مزدوری کے لئے تھے اور ان کی عمروں کی بھی تقسیم کردی گئی تھی کہ تیس برس تعلیم کے لئے، تیس برس دنیا کمانے کے لئے اور تیس برس عبادت کے لئے، بودھوں میں بھکشو الگ کردئے گئے تھے، جن کا کام صرف دھرم سیوا تھا، اور دنیا دار الگ تھے جو دنیا کا کاروبار کرتے تھے اور جن پر بھکشوؤں کے تمام اخراجات کا بار تھا۔

یہودیوں میں لاوی دین کے کاہن تھے وہ دنیا کے کاموں سے الگ رکھے گئے تھے، وہ خاندانی ترکہ و وراثت سے بھی محروم تھے کہ یہ دنیا کی چیزیں تھیں اور باقی لوگ دنیادار تھے، عیسائیوں نے اس انقسام کی دیوار کو اور زیادہ بلند کردیا تھا انھوں نے تو خدا اور قیصر اپنے دو حکمراں فرض کئے تھے، اور یہ تعلیم پائی تھی کہ جو خدا کا ہے وہ خدا کو دو اور جو قیصر کا ہے وہ قیصر کو دو۔ یہود و نصاریٰ نے اس خیال کے مطابق اپنے کو ڈھالنے کی جس طرح کوشش کی، اس کی عملی شکل دو متضاد طریقوں سے ظاہر ہوئی، یعنی یہود نے دنیا و عقبیٰ کا حاصل دنیا کو سمجھا، اور نصاریٰ نے عقبیٰ کو یہود کی حکومت و سلطنت، مال و دولت اور تمام سودی کاروبار کا مبنیٰ صرف یہ خیال تھا کہ انسان کے اعمال و افعال کا مرجع دنیا ہے، اس لئے انھوں نے دین کو بالائے طاق رکھ کر اپنی توجہ تمام تر دنیاوی چیزوں تک محدود رکھی اور ہر نیکی کا معاوضہ اسی دنیا کو سمجھا اور اسی لئے ان میں ایک بڑا فرقہ وہ تھا جو صرف دنیاوی انعامات پر اعتقاد رکھتا تھا، اور آخرت کا قطعاً منکر تھا، بخلاف اس کے اگلے نصاریٰ نے زخارفِ دنیوی کو ہاتھ تک نہیں لگایا، وہ ہر نعمت کو آسمانی بادشاہت میں تلاش کرتے رہے اس لئے راہبانہ طریقۂ زندگی اور زاہدانہ طرزِ معیشت اختیار کیا۔

لیکن پیغمبر اسلام علیہ السلام کے ذریعہ سے جب اسلام آیا تو اس نے دنیا کی اس قدیم غلط فہمی کو دور کیا اور بتایا کہ یہ دونوں چیزیں دو نہیں، بلکہ ایک ہیں، دین دنیا ہے اور دنیا دین ہے۔ دین میں جب خواہشات نفسانی شامل ہوں تو دنیا ہوجاتا ہے اور دنیا میں احکام الٰہی کا تتبع پیش نظر ہو تو دین ہوجاتی ہے اس طرح جو چیز ان دونوں کے درمیان حدِ فاصل قائم کرتی ہے، وہ انسان کا نقطۂ نظر ہے اگر وہ صحیح ہو تو پھر یہ حد بھی قائم نہیں رہتی، اور دونوں چیزیں ایک ہوجاتی ہیں، وہی حکومت و سلطنت جس کو دنیا سمجھا جاتا ہے اور وہ خدا کی مرضی کے لئے کی جائے تو دین ہوجاتی ہے مال و دولت جمع کرنا دنیا ہے لیکن رضائے الٰہی پیشِ نظر ہو تو دین ہوجاتا ہے، خودکشی دنیا ہے، لیکن اگر فرائض خداوندی کی تعمیل میں اس کو اختیار کیا جائے تو شہادت کی شکل پاکر دین ہوجاتی ہے۔ پیغمبر اسلام (فداہ ابی وامی) صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی شکل میں ہم کو یہ صورت بتلائی آپ کی نماز، روزہ، زکوٰۃ، قیام لیل، عبادتِ شبانہ، تلاوتِ قرآن، تبلیغ احکام، غزوات و فتوحات، مہمات سلطنت کی مصروفیات، غرض آپ کی سیرت کا ایک ایک واقعہ دین بھی تھا اور دنیا بھی، عین اس وقت جب آپ پر سکندر و قیصر ہونے کا دھوکہ ہوتا تھا، آپ سفیر الٰہی اور فرشتۂ یزدانی نظر آتے تھے۔ آپ کے بعد آپ کے خلفاء اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی اس نکتہ کو واضح کیا اور ان کے تمام کارناموں کے زرّیں کے اندر وہی روح نظر آئی جو دین اور دنیا کی ترکیب و امتزاج سے پیدا ہوئی تھی، اور جو قرآن پاک کے منشا کے عین مطابق تھی، قرآن مجید نے متعدد آیاتِ شریفہ میں انسانی اعمال کی جزاء کو دنیا اور دین دونوں سے متعلق فرمایا ہے یعنی یہ بتایا ہے کہ انسان کی نیکی کا پھل دنیا میں بھی ملتا ہے اور عقبیٰ میں بھی ملے گا، یہ نکتہ صحابہ کرام رضی کے بعد عرصہ تک مسلمانوں کے پیش نظر رہا اور جب تک وہ اس کو سمجھتے رہے ان کے تمام اعمال و افعال میں تکمیلی رنگ نمایاں رہا، ان کی دنیا عین دین تھی اور دنیا عین دنیا۔

لیکن جب سے اس نقطۂ نظر میں تبدیلی واقع ہوئی، ان کے کام ابتر ہوگئے، اور ان میں اسلام کی بجائے یہودیت اور نصرانیت کا رنگ جھلکنے لگا۔ ان میں اہل کتاب کی طرح دین و دنیا دو مستقل اور جداگانہ چیزیں قرار پائیں، بعض علانیہ دنیا کو اختیار کرکے دین سے غافل ہوگئے، اور یہود کے خیال کو زندہ کردیا، بعض نے ترک دنیا کرکے گوشہ نشینی کو ترجیح دی اور عیسائیوں کی راہبانہ زندگی کی یاد تازہ کردی، اس کی ایک محسوس اور بیّن مثال خلافت کے حدود میں ملتی ہے۔ پہلے خیال کے تسلط کے زمانہ میں خلیفہ دینی مقتدا اور دنیاوی سردار کی حیثیت سے تسلیم کیا جاتا تھا، لیکن جب دوسرا خیال مستولی ہوا تو ملوکیت اور پاپائیت کی صورت پیدا ہوگئی اور مذہبی پیشوا الگ ہوگئے اور دنیاوی حکومت سلاطین کے قبضہ و اقتدار میں چلی گئی اس تفریق نے مسلمانوں کی قومی قوت اور اجتماعی شیرازہ کو جس طرح توڑا اور منتشر کیا اس کے شواہد دفترِ تاریخ سے باہر ان کی موجودہ حالت کے اندر آج بھی ملتے ہیں جن کو ماہرین فلسفۂ تاریخ کے علاوہ امراضِ قومی کا ہر نبض شناس آج بھی سمجھ سکتا ہے۔ اندریں حالات ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ ہم اپنی موجودہ ابتری و پستی کا احساس کرکے اس مرکزی خیال کی طرف عود کریں۔ جو ہماری ترقی، سربلندی اور تفوق کا ضامن تھا جس کے اندر اسلام کی روح جلوہ گر تھی اور جو یہودیت و عیسویت سے بالکل علٰحدہ تھا۔

آج اقوام اسلامی یا تو یہودی تخیل کا شکار ہیں یا عیسوی تخیل کا، محمدی دعوت آج اکثر ان نگاہوں سے پوشیدہ ہے، آج منبر اور تخت دو سمجھے جاتے ہیں اور سپہ سالار اور امام دو گروہ ٹھہرائے جاتے ہیں حالانکہ ہمارا منبر اور تخت ایک تھا اور ہمارے سپہ سالار ہی ہماری نماز کے امام ہوتے تھے، مسلمانوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تعلیم کو ایک مدت سے فراموش کردیا ہے اور خدا اور قیصر دو بادشاہوں کی رعایا بن گئے ہیں وہ سلطنت وحکومت و تجارت و خدمت کسب زر اور تعلّمِ ہنر کو دنیا کا کام اور صرف نماز و روزہ اور تسبیح و وظیفہ خوانی کو دین کا کام سمجھتے ہیں حالانکہ حسن نیت ہو تو ہر دنیاوی جدوجہد، ہر سیاسی سعی و فکر، ہر تعلیمی عمل و خدمت، ہر تجارتی شغل و کاروبار، ہر صنعتی ترقی و اقدام اور ہر ایجاد و اختراع سراسر دین ہے اور اگر حسن نیت نہ ہو تو رات بھر کا قیام نماز اور دن بھر کا روزہ بھی دنیا ہے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مذہب کو پیش کیا ہے، اس میں دنیا و دین کی تفریق اگر کسی معنی میں ہے بھی تو کاموں کے امتیاز کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ نیتوں کے فرق کی وجہ سے ہے اور یہی وہ راز ہے جس کی بنا پر اسلام جب دین بن کر آیا تو ساتھ ہی ساتھ سلطنت و حکومت کا پیام بھی لایا۔ بدھ مذہب میں دین الگ سے آیا، دنیا الگ سے بنی اسرائیل کو دین ملنے کے چار سو برس کے بعد سلطنت ملی، عیسائیت کو حضرت عیسیٰؑ کے صدیوں بعد تخت کا منہ دیکھنا نصیب ہوا، لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت مدینہ منورہ میں اپنے دین کا منبر نصب کیا، اسی وقت دنیا کا تخت بھی بچھ گیا اور اسی وقت عظیم الشان اخلاقی و روحانی، تجارتی و سیاسی، علمی و تعلیمی غرض تہذیب و تمدن کے تمام شعبے اپنی اپنی جگہ پر قائم ہوگئے۔ تیس برس کے اندر اندر خلیج فارس سے لے کر بحر ظلمات تک دین و اخلاق، علم و عمل، عدل و انصاف اخوت و مساوات اور تہذیب و تمدن کی ایک نئی دنیا پیدا ہوگئی۔ عرب و عجم، ترک و چین ہند و روم اور بربر و حبش نے مل کر لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے علم اتحاد کے زیر سایہ ایسی اخوت عامہ کی بنیاد ڈال دی جس کے مناظر اس دور ترقی میں بھی نظر نہیں آتے۔

اس سریع و عظیم انقلاب کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ دین و دنیا کے کاموں کی تفریق کی دیوار اس نے ڈھادی تھی۔ رہبانیت اور گوشہ نشینی کا نام اس نے عبادت نہیں رکھا تھا بلکہ ممالک کی فتوحات ہوں، مدارس کی تاسیس ہو، تجارت کے بری و بحری سفر ہوں، جنگی مشاغل ہوں، یا امن و صلح کی کوششیں ہوں، حصولِ رزق اور کسبِ دولت کی صحیح مساعی ہوں، یا غریبوں، بیکسوں اور مسافروں

(بقیہ صفحہ ۱۲ پر)

حفیظ جالندھری اور اُن کا "شاہنامۂ اسلام"

شمس تبریز خاں

حفیظ جالندھری مرحوم نے اپنی شاعری کی ابتدا گیتوں اور غزلوں سے کی، جو اتنی مقبولِ عام ہوئیں کہ وہ اردو گیت کے سب سے بڑے اور پختہ کار شاعر قرار پائے، نوجوانی کی ترنگ اور خوش گلوئی کے سبب وہ اپنے ابتدائی عہد میں اسی حیثیت سے جانے گئے، مگر بہت جلد انھوں نے اپنی فن کارانہ صلاحیتوں کو (جو ہلکی پھلکی اور غیر مقصدی چیزوں میں ایک طرح سے ضائع ہو رہی تھیں) ایک عظیم، مفید اور صالح مقصد یعنی خدمتِ دین و ملت کے لئے وقف کر دیا، اور انھوں نے اپنے طبعِ بے اختیار اور وارستہ، ذہن و مزاج کو جو قرآنی اصطلاح میں ہر وادی میں بھٹک رہا تھا، ہدیٰ کے راستے اور نبی کے صراطِ مستقیم کی طرف موڑ دیا، جس کے نتیجے میں اُن کے فن کو بقائے دوام اور قبولیتِ عام کی سند مل گئی اور شاہنامۂ اسلام، جیسا عظیم فنی و دینی کارنامہ وجود میں آیا۔ اور "اردو کا نسری بجیا" "اسلام کا شہنائی نواز" بن گیا جسے ملت نے ملک الشعرا، حسان الملک، فردوسیٔ اسلام، انگریزی حکومت نے "خان بہادر" اور پاکستان نے "ہلال امتیاز" کے خطاب سے سرفراز کیا۔

شاہنامہ اور ان کے ذہنی پس منظر کی کہانی بہت دلچسپ اور سبق آموز ہے۔ فردوسی سے فنی لیاقت و اہلیت اور شہرت میں اُن کا مقابلہ مشکل ہے، مگر جذبے کے خلوص، مقاصد کی عظمت، اسلام کی خدمت اور فنی صلاحیت کو تعمیری اور شریفانہ مقاصد کے لئے وقف کرنے اور اپنے قومی و نسلی اور وطنی و لسانی تعصبات و تحفظات پر اپنے ضمیر و عقیدے اور بڑے انسانی تقاضوں کو ترجیح دینے میں وہ یقیناً فردوسی کے مقابلے میں بہت بڑے ہیں۔ فردوسی مسلمان ہونے اور ایک باحمیت مسلمان بادشاہ کے دربار سے وابستہ رہنے کے باوجود اپنے کو عجمی اور شعوبی اثرات، جاہلی عصبیت، اور قومی و وطنی غرور و نخوت اور رجعت پسندی و روایت پرستی کے سطحی جذبات سے الگ نہیں رکھ سکا اور اپنے شاہنامے کو خیالی پہلوانی و دروغ بافی، رنگ آمیزی و سخن سازی، افسانہ گوئی و مبالغہ آرائی کا نمونہ بنا کر رکھ دیا۔

فردوسی کی ایران پرستی کے پیش نظر مسلمان ناقدین نے اُس کا احتساب کیا ہے۔[1] صولت ترکستانی (صاحب صولتِ فاروقی) فردوسی کے بارے میں لکھتا ہے:

دلش گبر و جاں گبر و گبری زباں
زگبراں نہ گبری زباں قصہ خواں

اس کے برعکس حفیظ کا نسبی تعلق ہندوستان کے مشہور راجہ پرتھوی راج چوہان سے تھا اور وہ خاندانی طور پر نومسلم تھے، مگر اسلام، پیغمبر اسلامؐ، اور اکابر اسلام سے انکی محبت عشق کے درجے پر پہنچی ہوئی تھی اور ملت کے لئے دردمندی اُن کی رگ و ریشہ میں سرایت کئے ہوئے تھی۔ اور اسلام اور مسلمانوں کی کسی بڑی خدمت کی تمنا اُن کے دل میں چٹکیاں لیتی رہتی تھی، وہ اپنی زندگی کے ہر دور میں اسلام و ایمان سے بہرہ یاب، اور عشقِ رسولؐ سے فیض یاب رہے۔ ۱۹۰۸ء میں صرف سات سال کی عمر میں انھوں نے جو پہلا شعر کہا وہ انکی سلیم فطرت اور مستقبل کی نشاندہی کرتا تھا:

محمدؐ کی کشتی میں ہوں گا سوار
تو لگ جائے گا میرا بیڑا بھی پار

اسی طرح اُن کے آخری دور کے متعلق ان کے دوست اور پاکستانی اہل قلم پروفیسر محمد منور (جن کی کتاب "اقبال کی فارسی غزل" ابھی منظر عام پر آئی ہے) ان کا واقعہ تحریر فرماتے ہیں جو بہت ہی اثر انگیز اور روح پرور ہے، وہ لکھتے ہیں:

"... حفیظ چلتے چلتے رک گئے اور معاً سنجیدہ ہو کر مجھ سے کہنے لگے منور یار غور تو کرو حفیظ کیا تھا کیا بن گیا۔ حفیظ ساتویں جماعت سے بھاگ گیا مگر شاعرِ اسلام، حسان الملک اور فردوسیٔ اسلام کہلایا، غریب تھا، ریلوے اسٹیشن سے باہر قلیوں کی طرح لوگوں کا سامان اٹھایا کرتا تھا، اب ملا جلا کر دو ہزار تنخواہ پاتا ہے، مستقل وظیفہ الگ ہے، ایک لڑکا تھا کہ گھر چھوڑنا پڑا سر چھپانے کو جگہ نہ تھی، اب ایک کوٹھی یہ ہے، ایک کوٹھی وہ ہے، ایک لان، دوسرا لان، یہ درخت وہ پھول۔ حفیظ ایک گمنام بھگوڑا تھا مگر اس کی شہرت برعظیم پاک و ہند کی حدود کو عبور کر کے بیرونی ممالک میں پہنچ گئی، اس کا کلام منبر پر پڑھا گیا، ریڈیو پر الاپا گیا، محفلوں میں گایا گیا، حفیظ کو خانقاہوں میں بلایا گیا، اس کو درباروں میں ممتاز مقام پر بٹھایا گیا۔

منور یار اللہ نے یہ سب مجھے کیوں عطا کر دیا؟ اس کا سبب فقط ایک ہے اور وہ یہ کہ میں حضور اکرمؐ کا نام لیوا ہوں، اور لطف یہ کہ یہ نام کبھی گلے کے اوپر ہی اوپر نکلتا رہا۔ اگر یہ نام دل کی گہرائیوں سے نکلتا تو میں نہ جانے کیا ہوتا اور پھر بڑے جذبات کے ساتھ نعرہ زن ہوئے، — مصرع

ہو جاؤں میں گم اور مجھے پا جائیں محمدؐ"[2]

۱۹۲۶ء سے حفیظ صاحب نے "شاہنامۂ اسلام" لکھنا شروع کیا جس کا سلسلہ ۱۹۴۷ء تک یعنی ۲۲ سال تک جاری رہا، اس عرصے میں ان کی دوسری سخت مصروفیات بھی جاری رہیں اور ان کی ترقیوں کو دیکھ کر اُن کی ذاتی اور ادبی مخالفتیں بھی ہوئیں اور وہ ناقدین جو اُن کی گیتوں اور غزلوں پر سر دھنتے تھے، اُن کے شاہنامے میں فنی کمزوریاں دکھانے لگے اور ان کی ہمت شکنی کرنے لگے مگر وہ اپنی دھن اور لگن میں مگن رہے اور اپنا کام کرتے رہے۔ تاریخ و وقائع کو نظم کا جامہ پہنانا ہی ایک دشوار طلب کام ہے چہ جائیکہ اس میں ادبیت و شعریت اور فنی محاسن کو بھی بڑی حد تک برقرار رکھنا، صداقت و شعریت سے حفیظ جس طرح شاہنامے میں عہدہ برآ ہوئے ہیں وہ اُن کے ایک لافانی کارنامے کی حیثیت رکھتا ہے۔ حفیظ نے حتی الامکان نظم کے تقاضوں کو پورا کیا ہے اور جہاں اُن سے صرفِ نظر کیا ہے وہاں وہ صداقت شعاری اور حقیقت نگاری کے سبب مجبور و معذور رہے، وہ خود اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"خاص طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے کہ پڑھنے یا سننے والے کی توجہ اصل مقصد سے ہٹ کر شعر و شاعری کی ظاہری اور بناوٹی مرصع کاری کی طرف نہ کیا جائے، کیونکہ توجہ کا اس طرح ہٹنا خصوصاً ایسی تصانیف کے لئے موزوں نظر نہیں آیا جو قوموں کے احیاء کے لئے لکھی جاتی ہیں اور نوادر ایسی روایات تک سے پرہیز کیا گیا ہے جو کافی سند کے بغیر مولود شریف کی عام کتابوں اور بعض کتب سیر میں درج کر دی گئی ہیں یا عوام کی محافل میں گرمیٔ محفل کے لئے بیان کی جاتی ہیں۔"[3]

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"شاہنامۂ اسلام، معرکۂ حیات ہے، بازیچۂ اطفال نہیں، آپ یہاں کھیل کود کا تصور ہی کیوں کریں، دنیائے شعر میں ابھی اتنی وسعت موجود ہے۔ تفریح گھر کی تعمیر و آرائش میں جو ساز و سامان استعمال کیا گیا ہے وہ معبد میں کیوں نظر نہیں آتا، دونوں ایک ہی ڈیزائن پر کاریگر نے نہیں بنائے، مسجد میں محراب و منبر کیوں ہے آرکسٹرا کا اسٹیج کیوں نہیں؟ دیواروں پر آیات قرآنی کیوں درج ہیں حسین حسین تصویریں کیوں نہیں؟ لوٹے اور مصلے بھلے نہیں معلوم ہوتے قطار وار شراب کے کنستر آراستہ کئے جانے چاہئیں۔ اگر آپ اس طرح کے سوال کریں گے تو میں بپاسِ احترام ہنسوں گا تو نہیں البتہ سر جھکا کر یہ عرض کروں گا کہ مسجد ہے حضور والا! میں بے خبر نہیں ہوں، ایسے خیال کی ملتیں موجود ہیں جن کے عبادت خانے ہی میں سامانِ تفریح بھی مہیا ہو سکتا ہے، لیکن ملتِ اسلام ابھی ترقی کی اس حد تک نہیں پہنچی، وہ خدا کی مسجد کو بازی گاہ نہیں بنانا چاہتی اور شاہنامۂ اسلام اسی ملت کے لئے لکھا جا رہا ہے۔"[4]

وہ شاہنامے میں اپنے مقاصد، اپنی معذوریوں اور اس کام کی نزاکتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں جس کے بعد اُن پر کسی اعتراض کی گنجائش بہت کم رہ جاتی ہے:

تمنا ہے کہ اس دنیا میں کوئی کام کر جاؤں
اگر کچھ ہو سکے تو خدمتِ اسلام کر جاؤں
. . . . . .
کیا فردوسیٔ مرحوم نے ایران کو زندہ
خدا توفیق دے تو میں کروں ایمان کو زندہ
. . . . . .
مسلمانوں پہ ہے مردہ دلی چھائی ہوئی ہر سو
سکوتِ مرگ نے چادر ہے پھیلائی ہوئی ہر سو

---

[1] اردو میں اس سلسلے میں حافظ محمود خاں شیرانی کی "تنقید شعر العجم" اور "فردوسی پر چار مقالے" خصوصیت کے ساتھ قابلِ مطالعہ ہیں۔

[2] افکار، کراچی حفیظ نمبر ص ۴-۱۶۳، [3] ایضاً ص ۲۷۰، [4] ایضاً ص ۲۷۴

عزیمت ہے نہ جرأت ہے نہ ہے تابِ توانائی
فقط حسرت سے تکنے کے لئے ہے آسماں باقی
ارادہ ہے کہ پھر اُن کا لہو اک بار گرماؤں
دلِ سنگیں سخن کے آتشیں تیروں سے برماؤں
سناؤں ان کو ایسے ولولہ انگیز افسانے
کرے تائید جن کی عقل بھی، تاریخ بھی مانے
. . . . . .
مجھے ملحوظ ہے اس تذکرے میں راست گفتاری
وگرنہ شاہبازِ فکر اڑنے سے نہیں عاری
جو موضوعِ سخن مجھ کو اجازت اک ذرا دیتا
زمینوں کو اٹھا کر آسمانوں پر بٹھا دیتا
. . . . . .
تخیل پر نہیں بنیاد میرے شاہنامے کی
صداقت کی طرف جاتی ہے راہ اس کارنامے کی
نہ کوئی داستاں ہے جس میں لطفِ داستاں بھر دوں
نہ افسانہ ہے جس کو جس طرح چاہوں بیاں کر دوں
نہیں جائز نہیں اس تذکرے میں رنگ آمیزی
گنہ ہے ان زمینوں میں سمندِ طبع کی تیزی
یہ اُس کا تذکرہ ہے جو مبلغ تھا صداقت کا
دکھایا معجزہ جس نے صداقت ہی کی طاقت کا
نہ یہ ہے زال کا قصہ نہ رستم کی کہانی ہے
نہ سیمرغ ہے اس میں نہ راہِ ہفت خوانی ہے
. . . . الخ[1]

خالص ادبی اور فنی لحاظ سے بھی "شاہنامۂ اسلام" کا بڑا حصہ اُن کی استادانہ مہارت اور فنکارانہ چابک دستی اور اُن کی جگر کاوی کا آئینہ دار ہے اور ان کی فنی محنت اور حسنِ عقیدت کی داد نہ دینا بڑا ظلم ہے۔ شاہنامے کے آغاز کے حصے، اُن کا مشہور سلام، غزوۂ بدر کے متعدد بیانات خصوصاً "تین سو تیرہ (۳۱۳) مسلمان" "صحرا کی دعا" اور "غزوۂ احد" کے کئی ابواب اُن کے فنی شاہکار ہیں، اور اگر فن و ادب صرف زبان و بیان تک محدود نہیں بلکہ ان میں خلوص و عقیدت، جذبۂ تعمیر و اصلاح، مقصدیت و افادیت، اور صداقت و واقعیت، اور تاثیر و مقبولیت بھی شامل ہے تو حفیظ کا "شاہنامۂ اسلام" ایک وقیع و رفیع ادبی کارنامہ بھی ہے جو آج بھی لاکھوں کروڑوں زبانوں پر ہے اور دلوں کو گرماتا اور اُن میں شریفانہ مقاصد بیدار کرتا ہے۔

---

[1] شاہنامۂ اسلام ۲/ ۱۸ - ۲۱۳

جمعیۃ الاصلاح کی علمی و تاریخی نمائش کے سلسلہ میں فضلاء ندوہ سے

ایک اہم گذارش

حضرات گرامی!

اس سے قبل آپ کو اطلاع دی جا چکی ہے کہ اس سال جمعیۃ الاصلاح کے زیر اہتمام ایک علمی و تاریخی نمائش کا پروگرام بنایا گیا ہے، جس میں ندوی فضلاء کی علمی خدمات کا تعارف نیز جمعیۃ الاصلاح کی مکمل تاریخ پیش کی جائے گی۔ اس سلسلہ میں ہند و پاکستان کے ندوی فضلاء کو خطوط ارسال کئے گئے، عام طور سے خطوط نہ پہونچنے کی شکایات ہیں، ڈاک کی بدنظمی سے بعض اہم خطوط ضائع ہو گئے۔ اب جب کہ نمائش میں تقریباً ایک مہینہ رہ گیا ہے ہم آپ سے مؤدبانہ درخواست کرتے ہیں کہ خط کا انتظار کئے بغیر جلد از جلد مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات عنایت فرما دیں۔ انشاء اللہ اگلے شمارے میں نمائش کی تاریخ اور پروگرام کا اعلان ہوگا۔

۱۔ مکمل نام مع ولدیت و پتہ
۲۔ مقام و تاریخ پیدائش
۳۔ جمعیۃ الاصلاح سے تعلق کی نوعیت
۴۔ علمی کارناموں کا مختصر تعارف اور فہرست تصنیفات
۵۔ مطبوعہ تالیفات کا ایک ایک نسخہ بھی عنایت فرمائیں۔

والسلام
اسحاق حسینی ندوی

ہمارا پتہ: ناظم جمعیۃ الاصلاح
دار العلوم ندوۃ العلماء
پوسٹ بکس ۹۳، لکھنؤ (انڈیا)

نعت

ڈاکٹر طفیل احمد مدنی
۱۸۷ - منہاج پور
الہ آباد

مرے مصطفےٰؐ کا ہمسر نہ ہوا نہ ہے نہ ہوگا
کوئی اور ان سے بہتر نہ ہوا نہ ہے نہ ہوگا
وہ مقام حمد و رحمت جو ہوا نصیب ان کو
کسی اور کو میسّر نہ ہوا نہ ہے نہ ہوگا
وہ ہیں خاتمِ رسولاں ہے یہ حق کہ بعد ان کے
کوئی دوسرا پیمبر نہ ہوا نہ ہے نہ ہوگا
ہے مرا یقینِ کامل کہ حضور کے علاوہ
کوئی عظمتوں کا پیکر نہ ہوا نہ ہے نہ ہوگا
وہ امانت و دیانت و صداقت و عدالت
کوئی حق کا ایسا مظہر نہ ہوا نہ ہے نہ ہوگا
گو ہزار لالہ و گل سرِ دہر کھل چکے ہیں
مگر ان کا سا گلِ تر نہ ہوا نہ ہے نہ ہوگا
ہو پسینہ جس کا خوشبو میں گلاب سے بھی بڑھ کر
کوئی ایسا جسم اطہر نہ ہوا نہ ہے نہ ہوگا
صفِ انبیاء میں ان کی یہ دلیل برتری ہے
کہ عطا کسی کو کوثر نہ ہوا نہ ہے نہ ہوگا
بہ طفیل حبِّ احمدؐ کہ وہی ہیں شاہِ خوباں
کبھی اپنا حال ابتر نہ ہوا نہ ہے نہ ہوگا
درِ مصطفےٰؐ سے ہم کو جو ہوا طفیلؔ حاصل
کہیں اور سے میسّر نہ ہوا نہ ہے نہ ہوگا

بقیہ ص ۳ - اداریہ

مقابلہ کر رہے ہیں اور یہ سلسلہ ہفتوں اور مہینوں سے نہیں بلکہ سالوں سے جاری ہے، یہاں تک کہ اب خود روس کو ایسے ہیرو کی تلاش ہے کہ اس کی ضد اور ہٹ بھی قائم رہے اور اس جنجال سے بھی چھوٹ جائے۔ افغان اس وقت نہ صرف عالم اسلام کے لئے بلکہ دنیا کی تمام کمزور ستم رسیدہ قوموں کے لئے نمونہ ہیں کہ اپنی آزادی اور اپنے دین کے لئے باہمت شریف اور باغیرت قوم کو کیا کرنا چاہئے۔

(ع۔ع۔ف)

★★

دولتِ عثمانیہ میں پٹرول کی تلاش :

سلطان عبد الحمید ثانی کی ڈائری کے چند صفحات

عتیق احمد بستوی
استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

★

جب روس نے تقسیم دولت عثمانیہ سے متعلق برطانوی تجویز مسترد کر دی تو رفتہ رفتہ انگریز مجھ سے قریب ہونے لگے۔ ابتداءً میں ان کا مقصد نہیں سمجھ سکا، لیکن چند مہینوں کے بعد حقیقت معلوم ہو گئی، ایک روز برطانوی سفیر نے مجھ سے ملاقات کی اور کہا کہ، اناطولیہ، شام، حجاز ماضی میں عظیم تہذیبوں کے گہوارے تھے، لہٰذا ان خطوں میں آثارِ قدیمہ کی کھوج کا منصوبہ تیار کرنا چاہئے کیونکہ آثار قدیمہ کی دریافت کے دوران ان ملکوں میں پرانے دفینوں اور خزانوں کے ملنے کا بھی امکان ہے، علاوہ ازیں زمین کے اندر سے جو قدیم مورتیاں، گھڑے، ٹوٹے ہوئے برتن، پرانے سکے برآمد ہوں گے، ان کی قیمت خزانوں سے کم نہیں، ان چیزوں کے مطالعہ اور ان سے حاصل کردہ معلومات سے تاریخ بدل سکتی ہے، بیش بہا فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ برطانوی سفیر نے یہ بھی بتایا کہ قدیم مصری رسم الخط کے پڑھنے سے عالمی تہذیب و ثقافت کو عظیم فوائد حاصل ہوئے ہیں، ان تمہیدی باتوں کے بعد اس نے کہا کہ دولت عثمانیہ اگر اخراجات سے گھبراتی ہو تو برطانوی حکومت بڑی مسرت کے ساتھ اس سلسلہ میں ہر طرح کی امداد پیش کرنے کے لئے تیار ہے، اس مقصد کے لئے وہ اپنے آدمی بھیج دے گی جو کھدائی کا کام شروع کر دیں گے، اور ان کے اخراجات حکومت برطانیہ برداشت کرے گی اور کھدائی کے دوران جو تاریخی اشیاء ملیں گی اسے بلا معاوضہ دولتِ عثمانیہ کے لئے چھوڑ دیا جائے گا،

میں چونکہ برطانیہ سے اچھے تعلقات قائم کرنا چاہتا تھا، اور اس پیش کش کے اندرونی مقاصد کا علم بھی مجھے نہیں تھا اس لئے یہ تجویز میں نے منظور کر لی، صدر اعظم خلیل رفعت پاشا کو فوراً بلا کر میں نے اس کے سامنے برطانوی تجاویز رکھ دیں اور حکم دیا کہ اس بارے میں جو وفود کام کرنے آئیں ان کا ہر ممکن تعاون کرو۔

برطانیہ نے بلا تاخیر اپنے ماہرین کو استنبول روانہ کر دیا، میں نے اجتماعی طور پر ان سے ملاقات کی، اور ان کی کامیابی کے سلسلے میں اپنی نیک تمناؤں کا اظہار کیا، ان کے اعزاز میں شام کے وقت ایک پارٹی دی، جس میں دوسرے ممالک کے سفراء بھی مدعو تھے، روسی سفیر کے چہرے سے خصوصاً یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اس اقدام سے خوش نہیں ہے، جب میں نے کہا کہ "تاریخ و ثقافت کی خدمت کی نیت سے انگریزوں نے آثار قدیمہ کی کھوج کی اجازت چاہی ہے" اس وقت اگناتیف بہت غور سے سن رہا تھا اور مسکرا رہا تھا۔

ماہرین کے ایک گروپ نے قیصریہ میں کھدائی شروع کی، دوسرے گروپ نے موصل میں کام شروع کیا، تیسرا گروپ بغداد کے قریب کھدائی کرنے لگا، مقامی مزدوروں کی مدد سے یہ لوگ کھدائی کرتے تھے، تمام محنتوں کے باوجود اس کھدائی میں صرف چند ٹوٹے ہوئے برتن، گھڑے، چھوٹی مورتیاں، چند تابوت اور قبریں ملیں، ہم نے یہ سب چیزیں حتی کہ تانبے کے قدیم سکے بھی انگریزوں کے حوالہ کر دئے۔ برطانوی سفیر ان حفریات (کھدائی) کے سلسلے میں گفتگو کرنے اور معلومات فراہم کرنے میرے پاس آتا، میں یہ موقع غنیمت سمجھتا، اور اپنے دل پسند معاہدہ کے لئے راہ ہموار کرتا۔ میری خواہش تھی کہ معاہدہ کرنے کی تجویز خود پیش نہ کروں بلکہ انگریز یہ تجویز پیش کریں، تاکہ یہ ان کی تجویز سمجھی جائے، پھر اگر میں مناسب سمجھوں تو اس سے اتفاق کروں ورنہ اسے مسترد کر دوں۔

اس دوران میرے لئے ایک ناقابلِ فہم بات پیش آئی، ایک روز جوش و مسرت میں برطانوی سفیر میرے پاس آیا اور اس نے میرے سامنے ایک مزین و مرصع تلوار پیش کرتے ہوئے کہا کہ موصل کے قریب کھدائی کے دوران یہ تلوار ملی ہے، تلوار ٹوٹی ہوئی تھی، لیکن اس کا دستہ بہت سے قیمتی پتھروں سے مزین تھا، سفیر نے کہا کہ، کسی زلزلے میں یہ تلوار زمین پر گری اور اس کا ایک حصہ زمین کی گہرائیوں میں چلا گیا، اس تلوار کا یہ بقیہ حصہ کھدائی کے دوران ملا ہے، میں نے سفیر کا شکریہ ادا کیا، اسے انعام و اکرام سے نوازا، لیکن میرے جاسوسوں کے پاس اس تلوار کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں تھی۔ اب دو ہی شکلیں ہو سکتی تھیں ؛

۱۔ ہمارے جاسوسوں کو درحقیقت اس تلوار کے دستیابی کی خبر نہ مل سکی ہو، یا

۲۔ سفیر برطانیہ کوئی نامعلوم کھیل کھیل رہا ہو، بازار کے بعض تجار جو اس سلسلہ میں تجربکار تھے، ان کو میں نے یہ تلوار دکھائی، ان لوگوں نے کہا، یہ تلوار پرانی نہیں ہے لیکن بعض تدبیروں سے اسے پرانی بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس معاملہ میں میری دلچسپی بڑھ گئی، لیکن میں نے کسی کے سامنے کوئی بات ظاہر نہیں کی، پھر مجھے یہ خبریں ملیں کہ آثار قدیمہ تلاش کرنے والی ٹیم نے موصل و بغداد میں سطح زمین پر تلاش و جستجو ترک کر کے کنویں کھودنے شروع کر دئے ہیں۔

اب مجھ پر ان کے مقاصد واضح ہو گئے، میں سمجھ گیا کہ ان لوگوں نے تلوار کا ڈھونگ اس لئے رچایا ہے تاکہ زیادہ اطمینان سے کام کر سکیں، اور میرا اعتماد حاصل کر سکیں، دراصل وہ لوگ شکستہ برتن اور مورتیاں نہیں تلاش کر رہے تھے، بلکہ انھیں پٹرول کی تلاش تھی،

مجھے پہلے سے معلوم تھا کہ رومانیہ میں کنویں کھود کر پٹرول کا سراغ لگایا جا رہا ہے۔ ایک مدت کے بعد برطانوی سفیر میرے پاس ایک دوسری تجویز لے کر آیا، اس نے کہا کہ شام اور حجاز کی اکثر زمینیں صحرا کی شکل میں بیکار پڑی ہیں، پانی نہ ہونے کی وجہ سے ان علاقوں میں لوگوں کو بڑی پریشانی کا سامنا ہے، پانی فراہم نہ ہونے سے ان علاقوں میں کوئی تعمیری اور ترقیاتی کام بھی نہیں ہو پائے گا اس لئے اگر آپ اتفاق کریں تو حکومت برطانیہ انسانیت کی خدمت کے جذبے سے ان علاقوں میں کنویں کھودنے کے لئے تیار ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ پانی دریافت ہونے کے بعد جو کنویں اور گڈھے بنیں گے ان میں سے باشندوں کو پانی استعمال کرنے کی اجازت ہو گی مگر اس کے مالک ارباب برطانیہ ہونگے۔

میں نے یہ تجویز مسترد کر دی اسی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ انگریز موصل اور بغداد میں جو کنویں کھود چکے تھے انھیں میں نے سرکاری طور پر بند کرا دیا۔ انگریز اس اقدام سے بے انتہا متاثر ہوئے، مجھ پر برہم ہوئے، کنویں چھوڑ کر چلے گئے، لیکن مسئلہ خلافت میں جمال الدین افغانی کو آلہ کار بنا کر میرے خلاف سازشیں شروع کر دیں، شریف مکہ کو اپنا ہمنوا بنا کر یہ لوگ اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتے تھے، میں نے ان کی سازشوں اور چالوں کے جواب میں درویشوں کا ایک بڑا قافلہ ہندوستان بھیجا، برطانیہ نے اس کے جواب میں کریٹ کا قضیہ کھڑا کیا اور کوشش کی کہ روس اور فرانس کو میری معزولی کے منصوبہ پر متفق کر لے، روس نے تیز و تند لہجے میں برطانیہ کی اس تجویز اور منصوبہ کو مسترد کر دیا کیونکہ برطانیہ دولت عثمانیہ کی طرح روس میں بھی قیصر روس کو دستوری حکومت کے قبول کرنے پر مجبور کرنے کے لئے متمردانہ تحریکیں برپا کئے ہوئے تھا۔

جن دنوں برطانیہ سے ہماری یہ کشمکش جاری تھی، جرمنی نے ہماری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانا شروع کیا، کریٹ کے مسئلہ میں اس نے ہماری کھلی حمایت کی اور دول عظمیٰ کی مخالفت کی، جنگ یونان میں ہماری افواج کی کامیابی نے جرمنی کو ہماری طرف متوجہ کیا۔ فرانس، برطانیہ، روس کے مشترکہ محاذ کا مقابلہ کرنے کے لئے، قیصر جرمنی میرے قریب آیا، میں نے جرمنی سے قریب ہونا اس لئے مناسب سمجھا تاکہ برطانیہ کو دھمکی دے سکوں کہ افواجِ جرمنی کے لئے ہندوستان کا راستہ کھول سکتا ہوں، ہم دونوں کے نظریات اور مقاصد ایک دوسرے سے بالکل مختلف تھے۔

انھیں ہنگامی حالات میں قیصر جرمنی ولیم استنبول آئے، میں نے ان کا شاندار استقبال کیا، قیصر جرمنی نے اس موقع پر ایک زوردار تقریر کی، جس میں انھوں نے ہماری مہمان نوازی کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ میں دنیا کے مختلف ممالک میں آباد تیس کروڑ (۳۰۰۰۰۰۰۰) مسلمانوں کا دوست ہوں۔ انھوں نے دمشق سے قیصر روم کے نام ایک خط میں لکھا کہ دولتِ عثمانیہ دم بلب نہیں، بلکہ زندگی اور توانائی سے بھرپور ہے۔ انھوں نے قیصر روس کو تہدید آمیز انداز میں لکھا کہ خلیفۃ المسلمین اور مسلمانوں کی عزت و کرامت کو مجروح کرنے سے پرہیز کرو، قیصر جرمنی کے اس برتاؤ نے میرے دل میں ان کے بارے میں اچھے خیالات پیدا کر دئے اور آخری حد تک میں نے ان کے ساتھ دوستوں جیسا برتاؤ کیا۔

شہنشاہ جرمنی کے ساتھ ہمارے ملک میں ماہرین آثار قدیمہ کی بھی ایک ٹیم آئی، یہ لوگ بھی موصل کے آس پاس آثارِ قدیمہ کی تلاش کرنا چاہتے تھے، ان لوگوں کو میں نے اجازت دے دی، میں سن چکا تھا کہ برطانوی

(بقیہ ص ۱۰ پر)

چودھویں صدی ہجری کے مشاہیر علماء ہند

نزہۃ الخواطر سے ترجمہ، از محمد عابد حسین (حیدر آباد)

(۲)

مولانا ابو الکلام آزاد :

مشہور عالم ابو الکلام احمد بن خیر الدین کلکتوی، جو ابو الکلام آزاد کے نام سے معروف ہیں، ان کے والد نے ان کا نام غلام محی الدین رکھا تھا، وہ اپنے زمانہ کے ذہین ترین لوگوں میں ہیں، ان کی ولادت اور پرورش کلکتہ میں ہوئی، بچپن ہی سے تحصیل علم میں مشغول رہے، کمسنی ہی سے بعض مسائل میں اپنے والد سے اختلاف کیا، والد اس پر غصہ ہوئے اور ان کو علیحدہ کر دیا، اب انھوں نے پوری محنت تحصیل علم میں لگا دی، کچھ کتابیں کلکتہ کے اساتذہ سے پڑھیں اور کچھ بمبئی کے، پھر جب عربی زبان میں ان کو مہارت حاصل ہو گئی تو خود مطالعہ شروع کر دیا، اور خوب محنت کی، بمبئی سے ایک ماہنامہ رسالہ نکالا پھر لکھنؤ آئے اور ندوۃ العلماء کے میگزین "الندوہ" میں مضمون لکھنے پر متعین ہوئے، ایک عرصہ تک یہیں قیام رہا، پھر امرتسر گئے، اور ہفتہ وار "وکیل" کی ادارت سنبھالی، ایک سال وہاں قیام کیا، اور ہفتہ وار "الہلال" سنہ ۱۳۳۰ھ میں جاری کیا، ہندوستان میں ان کو انشاء اور ادب میں دستگاہی اور تقریر میں مہارت کی وجہ سے بڑا قبول حاصل ہوا، پھر انھوں نے "البلاغ" پھر اس کے بعد "اقدام" کے نام سے رسائل نکالے، پھر حکومت نے انھیں ۱۳۳۴ھ میں ریاست بنگال سے جلا وطن کر دیا، اور صوبہ بہار کے شہر رانچی میں نظر بند، نیز وہاں سے نکالے، اور اشاعتی کاموں پر پابندی عائد کر دی اس طرح وہ تصنیف و تالیف، عبادت و ریاضت اور تلاوت قرآن وغیرہ کے لئے یکسو ہو گئے اور بے شمار لوگوں نے فائدہ اٹھایا، انہیں کے مشورہ سے مسلمان بچوں کے لئے ایک مدرسہ قائم کیا گیا، پھر ۱۳۳۸ھ میں انھیں حکومت نے رہا کر دیا وہ کلکتہ آ گئے اور وہاں ۱۳۳۹ھ میں ایک بڑے مدرسہ کی بنیاد رکھی،

ملک اس وقت حکومت عثمانیہ ترکیہ کے زوال، بلاد اسلامیہ پر یورپ کے قبضہ اور اس میں برطانیہ کے ملوث ہونے کی وجہ سے سخت ہیجان اور اضطراب میں مبتلا تھا، اور اسی زمانہ میں رولٹ رپورٹ سامنے آئی تھی اور مسلمانوں کے متعلق خصوصی قانون صادر کیا گیا تھا، خلافت کی تحریک ابھی اپنے قدموں پر کھڑی ہی ہوئی تھی مولانا ابو الکلام آزاد اس تحریک میں شامل ہو گئے اور اپنی ساحرانہ خطابت اور موثر مقالات سے اس آگ کو اور بھڑکا دیا، اور مسٹر گاندھی کا تعاون کیا جو مسلمانوں کے جذبات کی رعایت اور ایک منصفانہ مطالبہ کی تائید کے بطور اس تحریک خلافت میں شریک تھے، مولانا آزاد برطانوی حکومت کے خلاف "ترکِ موالات" اور غیر ملکی مالوں کے بائیکاٹ کی تائید کی، گاندھی جی کی تحریک عدم تشدد کا ساتھ دیا، اس کی بھرپور تائید کی، اور اس پر شرعی دلائل قائم کئے، جن کو اسلامی حلقوں میں عبور حاصل ہوا اور حکومت برطانیہ اس سے پریشان ہوئی، انھوں نے گاندھی جی اور تحریک خلافت کے قائدین کے ساتھ پورے ملک کے دورے کئے، اور پُرجوش تقریریں کیں۔

۱۳۳۹ھ میں "پیغام" کے نام سے ایک پرچہ جاری کیا، جلسۂ خلافت شہر آگرہ کی صدارت کی، حکومت برطانیہ نے ۱۳۳۹ھ میں گرفتار کر لیا، اور انھوں نے عدالت میں بلیغ ادبی اسلوب اور زبان میں اپنا بیان دیا، جس کا مسلمانوں اور ہندوستانیوں پر ایک گہرا اثر مرتب ہوا، پھر حکومت نے ۱۳۴۲ھ میں انہیں رہا کیا، لوگوں نے ان کا پرجوش خیر مقدم کیا، اور وہ کانگریس کے خصوصی اجلاس منعقدہ دہلی ۱۳۴۲ھ کے لئے صدر منتخب ہوئے، جس میں مولانا نے ہندوستانیوں کو دین و عقائد کے اختلافات کے باوجود متحد رہنے کی دعوت دی اور ان کی یہی دعوت اخیر زندگی تک رہی۔

ہندوستانیوں کی صف میں اختلاف پیدا ہوا اور خاص طور پر ہندو اور مسلم کے درمیان عداوت کے شعلے بھڑک اٹھے، اور ملک کے طول و عرض میں زبردست فسادات ہونے لگے، اس سے دونوں طبقے کے اکثر قائدین متاثر ہوئے، ان کا نقطۂ نظر تبدیل ہو گیا اور وہ ان کے درمیان اتحاد سے ناامید ہو گئے، مگر مولانا آزاد اس وقت بھی اپنی فکر پر قائم اور کانگریس سے وابستہ رہے انھوں نے مسلمانوں کی سخت تنقیدوں اور اتہامات اور استہزاء کا صبر اور انا کے ساتھ نشانہ بنتے رہے، اور مسلمانوں کی اکثریت سے دور ہوتے گئے، وہ اس وقت قوم سے الگ ہو کر اپنے حالات کی تصنیف و تالیف اور قرآن مجید کے ترجمہ میں مصروف رہے ان کی تفسیر عصری ادبی زبان میں ہے اب انھوں نے یہاں سے ایک دینی مصلح اور داعیٔ اسلام کے بجائے ایک سیاسی لیڈر اور ملکی قائد کی حیثیت اختیار کر لی، اور خلافت عثمانیہ کا انجام دیکھنے اور مسلمانوں میں اتحاد کے فقدان کی وجہ سے ان کی ساری دلچسپی اور فکرمندی عام اسلامی میدان سے ہٹ کر خالص ملکی مسائل پر اور بیرون ملک سے ہٹ کر صرف اندرون ملک کے حالات پر مبذول ہو گئی، اب ان کی دلچسپی کانگریس کے عاملہ کے خصوصی اور سالانہ جلسوں سے رہ گئی۔

۱۳۵۶ھ میں کانگریس نے مختلف ہندوستانی ریاستوں میں وزارت تشکیل دی، مولانا آزاد اس کی اہم سرپرستوں اور پالیسی سازوں میں تھے، وزراء کے انتخاب میں ان کی رائے کو بڑی اہمیت حاصل تھی، یہ وزارتیں ۱۳۵۸ھ تک چلیں اور اسی مدت میں اسلامی قومیت کی تحریک اور اس کا مطالبۂ پاکستان بہت زور پکڑ گیا، مسلمان تمام ملک میں اسی کی تائید میں اٹھے، مولانا آزاد اور اس تحریک کے دوسرے مخالفین جو غیر منقسم ہندوستان کے قائل تھے، مسلمانوں کے عام غصہ کا شکار ہو گئے، اس تحریک کو مسلمانوں کی اکثریت کی تائید حاصل ہوئی، مگر مولانا آزاد کسی تذبذب کے بغیر اپنی فکر پر قائم رہے، اور ۱۳۹۵ھ میں دوسری مرتبہ کانگریس پارٹی کے صدر منتخب ہوئے اور ادبی زبان میں ایک بلیغ خطبہ دیا۔

۱۳۵۸ھ میں دوسری جنگ عظیم شروع ہوئی اور کانگریس نے حکومت کی پُر امن مخالفت شروع کر دی، مولانا آزاد ایک سال آٹھ مہینوں کے لئے گرفتار کئے گئے، لیکن اس مدت کی تکمیل سے پہلے ہی رہا کر دئے گئے، اور حکومت نے اسٹفورڈ کرپس کو بھیجا، ان کے اور مولانا آزاد کے درمیان، بحیثیت صدر کانگریس مذاکرات ہوئے، جن میں مولانا آزاد کی ذکاوت و حاضر جوابی کا اظہار ہوا، یہاں تک کہ یہ مذاکرات ناکام ہو گئے۔

رجب ۱۳۶۱ھ میں کانگریس کی مجلس عاملہ نے انگریزوں سے مطالبہ کیا کہ وہ مکمل طور پر ملک کو چھوڑ دیں، مولانا آزاد بحیثیت صدر کانگریس اس اجلاس کے صدر تھے، حکومت نے مجلس کے تمام ارکان کو گرفتار کیا جن میں وہ خود بھی گرفتار تھے، اور تاریخی قلعہ احمد نگر میں نظر بند کر دیا، اور یہ نظر بندی ۴ رجب ۱۳۶۴ھ تک دو ماہ کے استثناء کے ساتھ رہی، وہ اس میں مطالعہ کرنے اور حبیب الرحمٰن شروانی کے نام ادبی خطوط لکھنے میں مشغول رہے، جس میں انھوں نے اپنے جذبات و خیالات کو بہترین ادبی زبان میں سپرد قلم کیا ہے، اور یہ کتاب "غبار خاطر" کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔

شملہ میں پھر ایک مصالحاتی اجلاس منعقد ہوا، جس میں کانگریس کی نمائندہ کی حیثیت سے مولانا ابو الکلام آزاد شریک ہوئے، ۱۳۶۵ھ میں مرکز میں ایک حکومت تشکیل دی جو کانگریس اور مسلم لیگ کے نمائندوں پر مشتمل تھی، مولانا ابو الکلام آزاد اسی میں وزیر تعلیم مقرر ہوئے، برطانوی وزراء کا ایک وفد ہندوستان آیا تاکہ وہ حکومت برطانیہ ہندوستان کے سیاسی پارٹیوں اور ہندوستان کے مختلف فرقوں کے درمیان اتفاق کی صورت پیدا کرے، اور اس کے بعد ہندوستان کو اس حد تک خود اختیاری دے جس کے عالمی حالات اور برطانوی اور ہندوستان کے داخلی حالات اجازت دیتے ہیں، ان مذاکرات میں مولانا ابو الکلام آزاد کو گو کہ اس سے شدید اختلاف تھا، مگر کانگریس کے اکثر قائدین کے اس تجویز کو قبول کر لینے کی وجہ سے اسے مان لیا اور ملک کی تقسیم عمل میں آئی، پھر اس کے بعد خونریز اور ہولناک فرقہ وارانہ فسادات کا سلسلہ شروع ہوا جس سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، ان واقعات نے مولانا آزاد کی کمر ہمت توڑ دی، انھوں نے خلوت کی زندگی اختیار کر لی، کانگریس

کے رکن عاملہ اور مرکزی حکومت کے وزیر تعلیم بنے رہے اور قومی مسائل سے دور ہو گئے یہاں تک کہ شعبان ۱۳۷۷ھ میں دہلی میں ان کا وصال ہوا، مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد نے نماز جنازہ پڑھی اور جامع مسجد دہلی کے سامنے دفن کئے گئے۔

مولانا آزاد کی زندگی اور حالات کے سلسلے میں بعض اضطراب آمیز اور کمزور باتیں پائی جاتی ہیں، عرب ممالک کو ان کے سفر اور جامعہ ازہر میں تعلیم وغیرہ کی جو خبریں مشہور ہیں، تاریخ کا گہرا مطالعہ اور ان کے حالات زندگی کی جستجو کرنے والوں کے لئے اسی کی تصدیق مشکل ہے، انھوں نے اپنی کتاب "تذکرہ" میں اور ان کے بعض احباب نے ان کے خاندان، آباء و اجداد، دینی معاصر اور حق گوئی اور دعوت میں ان کے مقام کی جو روایتیں نقل کی ہیں اس پر تاریخ ہند اور علماء کے حالات سے واقف حضرات اعتماد نہیں کر سکتے، چنانچہ بعض ناقدین نے اسی کو موضوع بحث بنایا ہے۔

لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ اپنے زمانہ کے منتخب ترین لوگوں اور اپنے عہد کے بیدار ذہنی، بالغ نظری، ذکاوت، خود اعتمادی رائے میں پختگی، اپنی فکر پر استقامت اور سطحیت سے دوری کے لحاظ سے نادر لوگوں اور بے نظیر لوگوں میں تھے، وہ بہت خوبصورت، سفید سرخی مائل، بلند قامت تھے، داڑھی کے بال کم تھے، لباس و پوشاک اور زندگی میں لطافت، پاکیزگی تھی، تقریر و تحریر اور گفتگو میں بڑے فصیح اور صحیح الفاظ کا انتخاب کرنے، قوی الحفظ، اشعار کا بہتر انتخاب کرنے قرآن اور آیات سے بڑی عمدگی سے استشہاد فرمانے، وہ ایک بہترین مقرر، صحیح انشاء پرداز، ماہر، روشن خیال لیڈر، تاریخ و ادب اور ملک و قوم کے حالات سے واقف اور یادداشت کا برمحل استعمال کرنے والے تھے، جب وہ کسی موضوع پر بولتے تو سننے والا سمجھتا کہ وہ اس فن کے متخصص ہیں، عقیدۃً سلفی تھے، تقلید کے مخالف اور اپنے باپ کے جو شیخ طریقت تھے، رسوم و بدعات میں ان کے بھی مخالف، ابن تیمیہ، ابن قیم کے مسلک کو ترجیح دیتے، اس کے باوجود بعض لوگوں سے بیعت لیتے، اور ان کو ہدایت دیتے، ان کے طرز فکر پر وہ مطالعہ حاوی ہو چکا تھا جیسے انھوں نے سر سید احمد خاں، ان کے احباب اور دوسرے معقول مصنفین کی کتابوں سے کیا تھا، وہ سیاسی اور علمی سطح پر سر سید سے اختلاف کے باوجود ان سے متاثر تھے، ان کے علم سے زیادہ ان کی ذکاوت اور وسعت نظر سے زیادہ قوت اظہار تھی، قرآنی آیات کے مضبوط ادبی اسلوب میں تفسیر کرتے، جس سے نوجوان طلبہ متاثر ہوتے۔

ان کی کتاب "تذکرہ" خود ان کے حالات اور ان کے اسلاف کے تذکرہ پر ہے جو مکمل نہ ہو سکی۔ "غبار خاطر" اور "کاروان خیال" ان کے ادبی خطوط کا مجموعہ ہے جو مولانا حبیب الرحمٰن شروانی کے نام ہے، دو جلدوں میں قرآن مجید کا ترجمہ اور اس کی تفسیر ہے اور اس کے علاوہ اجتماعی اور سیاسی مسائل پر دوسرے رسائل اور مقالات ہیں۔

علامہ احمد بن عبد القادر کوکنی:

احمد بن عبد القادر جنیکر شافعی کوکنی، کوکن نامی جگہ کی طرف نسبت ہے، کہا جاتا ہے کہ حجاج بن یوسف ثقفی کے زمانے میں مدینہ منورہ سے قریش کی ایک جماعت اس کے خوف سے نکل پڑی اور بحر ہند کے ساحل پر پہونچے، ان میں سے بعض افراد نے مدراس اور اس کے گرد و پیش سکونت اختیار کی، اور بعض لوگوں نے کوکن کو اپنا وطن بنایا جو بحر ہند کے ساحل کا ایک مشہور علاقہ ہے، یہ لوگ اسی کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں، اور یہ سب مسلکاً شافعی ہیں۔

۱۲۷۲ھ شعبان کی شب میں پیدا ہوئے اور ان کا نام حضرمی بزرگوں میں سے ایک شخص کے نام پر رکھا گیا، جو ان کے والد کے پاس شہر بمبئی میں قیام پذیر تھے، عفت و پاکدامنی میں زندگی بسر کی، بچپن سے ذکاوت وطباعی اور سخاوت و فراخدلی میں مشہور تھے، شیخ آدم دہشنی سے قرآن، اور حافظ محمد علی کوکنی سے مبادیات پڑھیں، پھر طلب علم کے لئے کمر باندھی، یہاں تک کہ اپنے معاصرین پر فوقیت لے گئے۔ منطق، فلسفہ، اصول فقہ، کلام اور طب وغیرہ مولانا عبد اللہ حنفی، بدایونی، قاضی محمد اسماعیل شافعی کوکنی، شیخ عبد الحمید بانکٹ شافعی، علامہ عبد الحی لکھنوی، مولانا نصر اللہ خاں خورجوی اور محدث محمد شاہ حنفی سے پڑھیں اور بہت سے علوم و فنون، بالخصوص ادب میں مہارت حاصل کرلی، لیکن زمانہ نے بہت سخت بیماری سے دوچار کیا، ان کی پیٹھ میں درد شروع ہوا، یہاں تک کہ مرض شدید ہو گیا، پشت جھک گئی اور اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا باعث تکلیف بن گیا، مگر وہ اپنی بیماری کے باوجود بشاشت سے ملتے، بہتر اخلاق کا مظاہرہ کرتے، اوقات کی حفاظت کرتے، اکثر اوقات مطالعہ، درس و تدریس، علاج اور نصیحت میں صرف ہوتا، بڑے بڑے علماء نے ان کے علمی تبحر اور عظمت کا اعتراف کیا ہے، سید علوی بن احمد السقاف المکی نے ان کے بارے میں کہا کہ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے لئے سفر کیا جائے اور اگر ہمارے لئے ہندوستان آنے اور مکہ مکرمہ سے نکلنے کا مقصد ان سے ملاقات کے سوا کچھ نہ ہوتا تو بھی کافی تھا۔

ان کے عربی زبان میں بڑے اچھے اشعار ہیں جو جودۂ ترکیب، الفاظ کی موزونیت اور معنی کے لحاظ سے نہایت اچھے ہیں۔ محرم ۱۳۲۰ھ کی شب شہر بمبئی میں ان کا وصال ہوا۔

(مصنف نے ان کے پانچ عربی قصائد اور ایک عربی مکتوب بنام مصنف اپنی کتاب میں نمونہ کے طور پر نقل کئے ہیں، جو طویل بھی ہیں اور اسلوب و ادب کے لحاظ سے لائق ستائش بھی ہیں ازراہ اختصار ہم اسے حذف کرتے ہیں)۔

★★

غزل

غیاث نگرامی

دلِ مضطرب ابتلا چاہتا ہے
عجب چیز ہے کیا سے کیا چاہتا ہے

جنوں شوق میں کچھ کیا چاہتا ہے
خطا کرکے اس کی سزا چاہتا ہے

غزل کوئی پھر چھیڑنا چاہتا ہے
یہ دل شوخ ہے کچھ کہا چاہتا ہے

جھکا دی جبینِ نیاز عاشقوں نے
ترا سنگِ در اور کیا چاہتا ہے

کہو خونِ دل لے کے عشاق آئیں
کہ دستِ جفا اب حنا چاہتا ہے

ترے ساتھ جاکر نہ کیوں آیا واپس
پتہ دل کا دل پوچھنا چاہتا ہے

ضرورت ہے اک قیس کی پھر جہاں میں
نشانِ محبّت جھکا چاہتا ہے

غیاثؔ ایک شاعر خطا کارِ الفت
ترے نام پر مرمٹا چاہتا ہے

ایران، عراق جنگ میں اسرائیل کا کردار

لندن سے شائع ہونے والے عربی ہفت روزہ "المجلۃ" نے حال ہی میں ایران اسرائیل گٹھ جوڑ اور فوجی سمجھوتے کے سلسلہ میں کچھ تعجب خیز انکشافات کئے ہیں، انکشافات یقیناً تعجب خیز ہیں، کیونکہ ان کا تعلق ایک ایسے ملک سے ہے جو اسلامی انقلاب کا دعویدار ہے، اور اسلام دشمن عناصر خاص طور سے امریکہ اور اسرائیل سے عداوت کا عربوں سے زیادہ مظاہرہ کرنے والا، لیکن یہ بیسویں صدی ہے جس میں ہر ناممکن ممکن اور ہر مستبعد غیر مستبعد ہے۔ "تعمیر حیات" کے قارئین کی واقفیت کے لئے اس مضمون کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔

(جعفر مسعود)

"المجلۃ" کو باوثوق ذرائع سے ایسی دستاویزات حاصل ہوئی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسرائیل اور ایران کے درمیان عراق کے خلاف جنگ میں ایران کی دفاعی پوزیشن مضبوط کرنے کے لئے اسلحہ کی خریداری کے سلسلہ میں مذاکرات ہوئے ہیں۔ اگرچہ امریکہ ایران کو اسلحہ سپلائی کرنے کا سخت مخالف ہے، اور اسرائیلی وزیر دفاع 'اریل شارون' کو امریکی حکومت کی جانب سے اس سلسلہ کو منقطع کرنے کا کئی بار حکم دیا جا چکا ہے، لیکن اسرائیل امریکہ کی اس شدید مخالفت کے باوجود اپنے موقف پر قائم ہے۔

ایک امریکی ٹیلیویژن کی رپورٹ کے مطابق چند ہفتے قبل ایک سہ رکنی ایرانی وفد نے اسرائیلی ذمہ داروں سے اسرائیلی فوجی ایرپورٹ پر اسلحہ کی خریداری کے سلسلہ میں ملاقات کی جس میں پچاس ملین ڈالر کی رقم سے اسلحہ کی خریداری طے پائی۔ امریکی ٹیلیویژن نے اس کا انکشاف کیا کہ ان فروخت ہونے والے ہتھیاروں میں ایک بڑی مقدار ان ہتھیاروں کی ہے جو اسرائیل نے جنوبی لبنان میں فلسطینی کیمپ گاہوں پر حملہ کرکے اور فلسطینی مظلومین کے خیموں میں لوٹ مار مچا کر حاصل کئے تھے، ان ہتھیاروں میں روسی ساخت کے راکٹ لانچرس اور کاتوشیا توپیں اور R.B.G.7 رائفلیں اور اس کے علاوہ بڑی مقدار میں دوسرا فوجی ساز و سامان اور گولہ بارود ہے۔

معلومات کے مطابق یہ ایرانی وفد جس نے اسرائیلی ذمہ داروں سے گفتگو کا کام انجام دیا تین افراد پر مشتمل تھا، جن میں دو افراد کا تعلق ایرانی فوج سے تھا، اور ایک "انقلابی گارڈ" سے تعلق رکھتا تھا، اس سے اسرائیلی انٹیلیجنس کا یہ دعویٰ کہ اسرائیل ایرانی افواج کو فوجی مدد دے کر طہران میں قائم حکومت کو گرانا اور وہاں سیاسی نظام کو درہم برہم کرنا چاہتا ہے باطل ہو جاتا ہے۔

یہ بات ڈھکی چھپی نہیں کہ "انقلابی گارڈ" کا تعلق براہ راست ان لوگوں سے ہے جو دوسرے ممالک اسلامی انقلاب لانے کا نعرہ دیتے ہیں اور عراقی سرزمین پر ایرانی حملوں کے پیچھے کارفرما یہی انقلابی گارڈ ہیں۔

ایرانی فوج کو عراق پر حملہ سے قبل جو کامیابیاں حاصل ہوئیں وہ اس انتہا پسند بازو کی مرہون منت ہیں جس کی قیادت بری جنرل، صیاد شیرازی کر رہے ہیں، جنرل شیرازی کو گذشتہ مارچ، "شوش" اور "دزفول" کے علاقوں میں عراقی فوج کی پسپائی سے پہلے ایک ریٹائرڈ اسرائیلی جنرل 'یعقوب یعازی' کے ساتھ دیکھا گیا تھا، جنرل 'یعازی' ان فوجی ماہرین میں ہیں جن کو اسرائیل نے ایران عراق جنگی امور میں ایران کی مدد کے لئے ایران بھیجا تھا، اور جن میں زیادہ تر ریٹائرڈ تجربہ کار کمانڈر تھے۔

ایران کو اسرائیلی شہ ملنے کا معاہدہ اس وقت ہوا جب سابق ایرانی صدر ابو الحسن بنی صدر جو ایرانی فوج کے کمانڈر انچیف بھی تھے ایران کے صدر تھے، اس کے بعد دونوں ملکوں کے درمیان معاہدوں اور فوجی سمجھوتوں کا سلسلہ چل پڑا، اور مختلف معاہدے اور سمجھوتے عمل میں آگئے، سب سے پہلا اور اہم معاہدہ اسلحہ کی سپلائی کا تھا، اس معاہدہ کے تحت اسرائیل نے ایف ۴ ، اور ایف ۵ امریکی ساخت کے جہازوں کے پارٹس، مختلف راکٹ، . . . . . . توپیں، اور امریکی ہی ساخت کے ٹینکوں کے پرزے ایران کے حوالہ کئے۔

ایران اسرائیل معاہدوں میں ایک معاہدہ یہ بھی تھا کہ اسرائیل اسلحہ کے یورپی تاجروں سے ایرانی حکومت کا سودہ طے کروائے گا اور حتی الامکان اس معاملہ کو آسان اور سہل بنانے کی کوشش کرے گا، اس کے علاوہ اسرائیل نے غیر یورپی دار السلطنتوں میں اسلحہ کی خریداری کے لئے اپنے ایجنٹ پھیلا رکھے ہیں، وہ ایران کے لئے اسلحہ کی خریداری کا کام انجام دیں گے اور تمام تجارتی امور خود ہی نمٹانے کی کوشش کریں گے۔

ادھر بغداد نے جب مسئلہ کی یہ نوعیت دیکھی تو اس کو اسی میں مصلحت نظر آئی کہ پوری پوری منڈیوں کی بولی لگا دے اور تمام کا تمام اسلحہ بازاروں سے اٹھوا لے، تاکہ ایرانی ذمہ داروں اور اسرائیلی ایجنٹوں کو اسلحہ کی خریداری کا کوئی موقع ہی نہ مل پائے، لیکن عراق یورپی ممالک سے اسلحہ لیتا ہے جب کہ ایران بلیک مارکیٹ سے اسلحہ حاصل کرتا ہے۔

برطانوی اخبارات "ٹیلیگراف" اور "فلایت" نے ایک اور ایرانی سازش بے نقاب کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ عراقی ایٹمی بھٹی کو تباہ کرنے کے لئے ایران اسرائیل کے درمیان رازوں کا تبادلہ ہوا تھا، اور یہ تبادلہ گذشتہ سال اسرائیلی جہازوں کے (جن کا نشانہ عراقی بھٹی تھا) بغداد جانے سے قبل ہوا تھا۔

ان اخبارات نے یہ بھی لکھا ہے کہ ایران نے عراق ایٹمی بھٹی کی تقریباً سو سے زائد مختلف زاویہ سے لی گئی تصویریں اسرائیل کو مہیا کیں، جو ایران نے عراقی دار السلطنت پر پرواز کرتے ہوئے لی تھیں۔

یورپ میں باقی ایرانیوں نے انکشاف کیا ہے کہ ایرانی قیادت نے اس سلسلہ میں یہ فتویٰ دیا ہے کہ اسرائیل پر ایران کا جو قرض شاہ کے زمانہ سے لگا چلا آرہا ہے اس کے وصول کرنے کا یہی ایک ذریعہ ہے کہ اس سے ہتھیار کی شکل میں وصول کیا جائے۔

مصر کا موقف:

مجلہ نے جہاں اور حقائق کی طرف اشارہ کیا ہے وہاں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ مصر نے ایران کو مسلح کرنے کی اس اسرائیلی اسکیم کو ناکام بنانے کے لئے امریکہ سے مداخلت کی درخواست کی تھی، اور اسرائیل کے باز نہ آنے کی صورت میں اس کی فوجی امداد میں تخفیف کرنے کی تجویز رکھی تھی، کیونکہ وہ زائد اسلحہ ایران چلے جاتے ہیں، لیکن ان تمام دخواستوں کے باوجود امریکی موقف میں کوئی تبدیلی عمل میں نہیں لائی گئی اور بجائے تخفیف کے اضافہ کی شکل میں مصری تجویز کا جواب دیا گیا۔

ایک امریکی سرکاری رپورٹ میں (جو ابھی حال ہی میں شائع ہوئی ہے) اشارہ کیا گیا ہے کہ وہ اسلحہ جو امریکہ نے اس سال کے ابتدائی چار مہینوں میں اسرائیل کو مدد کے طور پر دئے تھے وہ ۲۱۷ ملین اور ۹۵ ہزار لاکھ ڈالر کی مالیت کے تھے اور یہ مالیت سنہ ۸۱ء میں چار مہینوں میں اسرائیل کو دئے گئے امریکی اسلحہ کی مالیت سے دس گنا زیادہ ہے، اس سے جو نتیجہ برآمد ہوتا ہے واضح ہے۔

اسرائیل جانے والے تجارتی وفود کے لئے لندن مرکزی اسٹیشن کی حیثیت رکھتا تھا، جہاں کا قیام ہر ایرانی وفد کے لئے ضروری اور لازمی تھا، پہلا وفد گذشتہ مئی کو لندن پہنچا، وہ چار افراد پر مشتمل تھا۔ ایرانی فوج اور انقلابی گارڈ دونوں کی نمائندگی اس کو حاصل تھی، چند روز لندن میں اس کا قیام رہا، اسرائیل جانے سے پہلے اس نے کیا سرگرمیاں دکھائیں اس کا علم نہیں ہو سکا، البتہ یہ وفد اسرائیلی کمپنی "العال" کے جہاز سے اسرائیل گیا، ان کے ایرانی فرضی پاسپورٹ تھے، جن پر یہودیوں کے نام درج تھے، پاسپورٹ جب تجدید کے لئے دوبارہ لندن کے ایرانی

سفارت خانہ میں دے گئے تو ضبط کر لئے گئے، تحقیق سے معلوم ہوا کہ ان پر یہ نام درج ہیں، "لولاجی" اسحاق حمدی، ینلوفری جو کہ دراصل یہ تھے، محمد مقدم شفیعی، محسن رضائی، ان لوگوں کی تصویریں ایک مخبر نے ہوائی جہاز کے روانہ ہونے سے پہلے لی تھی یہ جہاز فلائٹ نمبر ۲۱۶ ساڑھے چار بجے بعد ظہر روانہ ہوا۔

دوسرا وفد جو جون میں لندن پہنچا اس میں شہیدی، حسن مقدم (ہوائی فوج سے متعلق) اور کیوان اور حجۃ الاسلام حسن روحانی فوج کے نظریاتی شعبہ کے صدر تھے، مجلہ کو اس کی بھی اطلاع ملی ہے کہ اس وفد نے مزید اسلحہ کی خریداری کے لئے ایک یہودی کمپنی سے بھی بات چیت کی، اس یہودی کمپنی کا جس کا نام "سایتاغ" ہے مرکز سوئزرلینڈ میں دیورتخ میں ہے، اس کی شاخیں "پیرس" اور "موزان" کے علاوہ دوسرے کئی غیر یورپی شہروں میں بھی ہیں، اس کمپنی کے ڈائرکٹر میں بارک برد بافز" نامی یہودی ہے، جس کا قیام اکثر سوئزرلینڈ میں رہتا ہے۔

مذکورہ بالا کمپنی کے ساتھ گفت و شنید میں ایک "علی راغبان" نامی ایرانی بہت پیش پیش ہے، وہ وہاں ایک یونیورسٹی میں پروفیسر ہے اور کافی مشہور شخصیت کا حامل ہے، وہ اس سے پہلے بھی کئی بار ایران اسرائیل کے درمیان معاملات طے کرا چکا ہے، اس سلسلے میں مجلہ کو ایک تار کا بھی پتہ چلا ہے جس میں "علی راغبان" نے ایرانی سفارت خانہ کو اسلحہ کی قیمت کمپنی کے دفتر کے بجائے اس کے ڈائرکٹر جنرل اندرا سی زینی کو بھیجنے کی ہدایت کی ہے جن کا پتہ ۱۰۱۔ای ھوف شاسی اسٹریٹ روغ ریورتخ ہے۔

مجلہ کو یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ راغبان نے جس سودے کا ذکر کیا ہے وہ انجام تک نہ پہنچ سکا اور غالباً آخر میں یہ طے ہوا کہ اسلحہ کی سپلائی کا وہ راستہ جو پہلے طے ہوا تھا بدل دیا جائے وہ اس طور پر کہ سوئزرلینڈ سے دوسرے دارالسلطنتوں میں یہ اسلحہ منتقل کئے جائیں اور وہاں سے ایران منتقل ہوں۔ یہ ایک دھوکہ دینے کی ترکیب تھی جس کی مثالیں گذشتہ دنوں کئی بار سامنے آئیں اور مغربی پریس نے بھی اس کا تذکرہ کیا۔

تیسرا ایرانی وفد جو لندن پہنچنے والا آخری ایرانی وفد تھا، کرنل کافیانی شمسی ثقافت پر مشتمل تھا، یہ لوگ "فرانٹ فوٹ" گئے، جہاں ان کی ملاقات کرنل "راماجی" سے ہوئی جو ایرانی فوج میں خریداری کے شعبہ کے صدر ہیں، اس وفد کے مقاصد اور ان کے طے کئے ہوئے سودے کی تفصیلات ابھی معلوم نہ ہو سکیں۔

اسلحہ کی قیمت کی ادائیگی ایران اور سوئزرلینڈ کی کمپنیوں کے درمیان سہ طرفہ ہوتی ہے، جس میں ایران کا کمرشیل بنک اور برطانیہ کا مڈلینڈ بنک اور سوئزرلینڈ کا کریڈٹ سوئز بنک جس کا مرکز زیوریخ میں ہے، شامل ہوتا ہے اس سودے میں سوئزرلینڈ اور اسرائیل دونوں کے اسلحہ شامل ہوتے ہیں۔

گذشتہ عرصہ میں ایران نے سوئزرلینڈ کی پارلیمنٹ کے اس فیصلہ سے فائدہ اٹھایا تھا جس میں ایران کے ساتھ اسلحہ بیچنے کی اجازت دی گئی تھی، حالانکہ اس سے پہلے دونوں کے درمیان صرف دواؤں کی خرید و فروخت ہوتی تھی، اس سودے کے نتیجہ میں ایران کو امریکہ کے ہرکولیس سی ۱۳۰ کے ٹرانسپورٹ جہاز کے فاضل پرزے اور راکٹ کی بیٹریاں اور ۱۰۶ نمبر کی توپیں اور راکٹ مارنے والی الکٹرانک مشینیں حاصل ہوں گی۔

بقیہ ص ۶

ٹیمیں جس پٹرول کی تلاش میں تھیں یہ لوگ بھی اس کی بو سونگھ چکے ہیں، اس لئے اپنا ایک آدمی میں نے ان کے ساتھ لگا دیا تھا، تاکہ ان کی سرگرمیوں پر نظر رکھے۔ ابھی چند ہی دن ہوئے تھے، شہنشاہ جرمنی ہمارے مہمان تھے، اسی درمیان صلاح الدین آفندی کی رپورٹ مجھے ملی کہ جرمنی کی ٹیم بھی برطانوی ٹیم کی طرح کنویں کھود رہی ہے۔

میں اس فریب دہی سے اندیگیں ہو گیا کیونکہ اگر شہنشاہ جرمنی پٹرول کی تلاش کی تجویز اور منصوبہ لے کر آتے تھے تو میں چند شرائط کے ساتھ اس تجویز سے اتفاق کر لیتا، کیونکہ پٹرول کی دریافت ہمارے ملک کے لئے بھی بڑی اہمیت رکھتی تھی، لیکن آثارِ قدیمہ کی تلاش کے نام پر پٹرول کی دریافت کے لئے چند جاسوسوں کو بھیجنے سے عثمانیوں کے بارے میں جرمنوں کے نقطۂ نظر کا پتہ چلتا ہے۔

تحسین پاشا نے مشورہ دیا کہ قیصر جرمنی سے اشارۃً میں یہ بات کہہ دوں، میں نے تحسین پاشا کا مشورہ رد کرتے ہوئے کہا کہ ان لوگوں کو پٹرول تلاش کرنے دو، پٹرول کے کنوؤں کو وہ جیب میں رکھ کر تو نہیں لے جاسکیں گے، ہم مٹی کے ٹوٹے ہوئے برتن انھیں دے دیں گے، اور پٹرول کو خود استعمال کریں گے کیونکہ انھوں نے ہم سے پٹرول نکالنے کی اجازت لی نہیں ہے۔

صلاح الدین آفندی ان سب مسائل کو خوب سمجھتا تھا، میں نے اسے امریکہ بھیجا کیونکہ اس زمانہ میں امریکہ پٹرول وغیرہ کے معاملات میں تمام ممالک سے زیادہ ترقی یافتہ تھا، اور اس راہ سے امریکہ سے بہترین تعلقات کے قیام کی امید بھی تھی، اور ہمیں یہ معلوم ہو سکتا تھا کہ ہمارے ملک میں پٹرول ہے کہ نہیں۔ لیکن افسوس کہ ہماری یہ کوشش رائیگاں گئی، صلاح الدین آفندی نے جن امریکن کمپنیوں سے رابطہ قائم کیا، انھوں نے اس معاملہ سے کوئی دلچسپی نہیں لی، صلاح الدین آفندی امریکہ سے ناکام واپس آئے، اور انھوں نے کہا کہ امریکیوں کا کہنا ہے کہ ہم خود اتنا پٹرول برآمد کرتے ہیں جو پوری دنیا کی ضرورت کے لئے کافی ہے اور نئے ممالک میں پٹرول کی دریافت سے پٹرول کی قیمت کم ہو جائے گی۔

لیکن ہم لوگ بھی چونکہ برطانیہ اور جرمنی کے بعد پٹرول کی بو سونگھ چکے تھے اس لئے میں نے جاپان سے پٹرول کی تلاش کے لئے ایک ٹیم بھیجنے کی درخواست کی، چنانچہ جاپان نے ہماری تجویز سے اتفاق کیا۔

اس موضوع کی بقیہ تفصیلات مجھے نہیں معلوم، کیونکہ چند دنوں بعد مجھے معزول کر دیا گیا۔ ★★

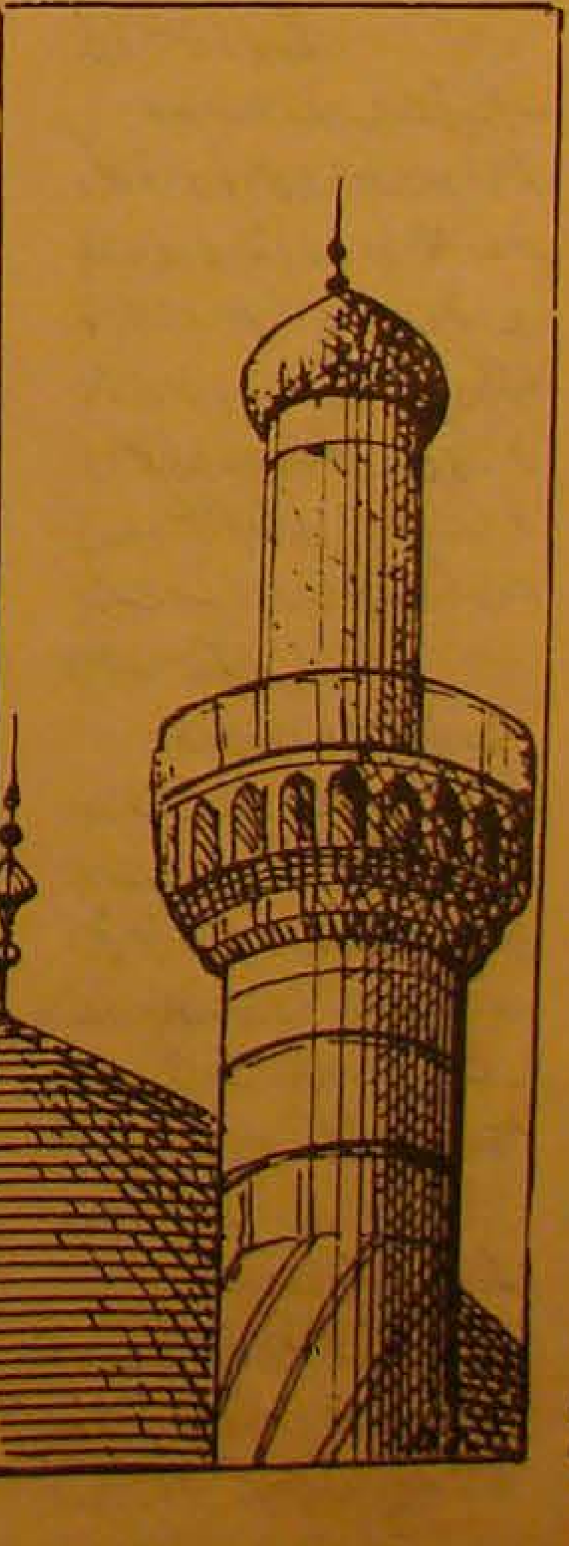

افغانستان میں مجاہدین کی جنگ آزادی کو کچلنے کے لئے روس کی تازہ منصوبہ بندی

سلطان صدیقی پشاور

روس نے افغانستان میں فوجی جارحیت کی تو غیر متوقع طور پر اسے مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا اور یہ مزاحمت اتنی شدید ہوئی کہ ابھی تک تین سال پورے ہونے کے بعد بھی روس افغانستان میں قدم جمانا تو کیا مزاحمت کو کم بھی نہیں کر سکا، بلکہ الٹا اس کی ناک میں دم آیا ہوا ہے۔

اب جبکہ افغانستان کے تمام صوبوں میں روسی فوجوں کے خلاف مجاہدین کی مزاحمت جاری ہے روسی چاہتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح افغانستان میں مزاحمت کو کچل بھی دے اور ساتھ ہی وہاں پر قدم بھی جمائے اور اپنی پوزیشن مستحکم کرتے ہوئے افغانستان کو اس طرح ہڑپ کر جائے جیسے وہ بخارا اور سمرقند کو ہڑپ کر چکا ہے۔

روس افغان مجاہدین کی مزاحمت ختم کرنے میں کامیابی حاصل کرے گا یا نہیں؟ اس سوال کا صحیح جواب تو نہیں دیا جاسکتا مگر روس نے افغانستان میں قدم جمانے کے لئے جو نئی منصوبہ بندی کر لی ہے یا پہلے منصوبہ بندی کر لی تھی اور اب فوجی آپریشن کے طریقۂ کار میں جو تبدیلی کی ہے اور لڑائی کے ساتھ ساتھ جو اصلاحات شروع کی ہیں ان کا مختصر جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

روس نے حیرتان بندر کے مقام پر دریائے آمو پر ایک پل تعمیر کیا جس سے روس اور افغانستان کے درمیان آمد و رفت میں وسیع پیمانے پر ترقی ہوئی۔ یہ پل جہاں عام گاڑی کے لئے ہے وہاں یہ ریل گاڑی کے استعمال کے لئے بھی ہے اور اس کے اوپر والے حصہ پر ریل کی پٹری بچھائی گئی ہے۔ روس جیسے سخت ترین مزاحمت کا سامنا ہے اب آہستہ آہستہ افغانستان کے شمالی علاقوں پر اپنا تسلط مستحکم کرنے کے لئے ریل کی پٹری شمالی علاقوں میں بچھانے کا پروگرام رکھتا ہے جس کے پہلے مرحلے پر گذشتہ تین ماہ سے کام تیزی سے جاری ہے اور حیرتان بندر سے صوبہ بغلان کے قصبے "پل خمری" تک کھدائی کا کام ہو رہا ہے جس کے مکمل ہوتے ہی ریلوے لائن بچھائی جائے گی۔

روس چونکہ شمالی علاقوں پر زیادہ توجہ دے رہا ہے اس لئے ریلوے لائن بچھانے کے کام کو دوسرے مرحلے پر کابل کی بجائے صوبہ بلخ کے دارالحکومت مزار شریف تک وسعت دی جائے گی اور یوں پل خمری سے مزار شریف ریلوے لائن کے ذریعہ ملایا جائے گا۔ مزار شریف کے بعد ریلوے لائن شمال مغربی صوبوں میں بچھائی جائے گی اس طرح صوبہ بلخ سے گزر کر صوبہ جوزجان، فاریاب اور بادغیث سے ہوتے ہوئے صوبہ ہرات میں ایرانی سرحد کے قریب قصبہ اسلام قلعہ تک وسیع کیا جائے گا۔ ریلوے جو ذرائع نقل و حمل اور کسی ملک کی معیشت میں اہم مقام رکھتا ہے، روس افغانستان کے شمال مغربی صوبوں میں اس کے قیام سے اپنی پوزیشن مستحکم کر رہا ہے۔

دوسری طرف افغانستان کے ہوائی اڈوں میں وسعت اور نئے ہوائی اڈوں کی تعمیر کا منصوبہ بھی زیر غور ہے اور اس پر عنقریب کام شروع کیا جائے گا۔ اطلاعات کے مطابق روس افغانستان کے علاقوں مزار شریف، بدخشاں، قندھار اور ہرات میں ہوائی اڈے تعمیر کرے گا، نیز فاریاب کندز، غزنی اور بکتیا کے ہوائی اڈوں کو وسعت بھی دے گا یہ ہوائی اڈے جہاں مواصلاتی تنصیبات سے آراستہ ہوں گے وہاں جدید ریڈار سسٹم ان میں نصب ہوگا۔ یہ فوجی نوعیت کے ہوں گے۔ خیال رہے کہ ہرات ایران سرحد کے ساتھ اور قندھار پاکستان سرحد کے ساتھ واقع ہے جب کہ بدخشاں، پاکستان اور چین دونوں کی سرحد سے منسلک ہے۔

ادھر واخان کی پٹی جو مکمل طور پر روس کے کنٹرول میں ہے اور جو ایک سرد ترین علاقہ ہے، اپنے فوجیوں کو سال کے بارہ ماہ وہاں ٹھہرانے کی غرض سے روس نے تاجکستان کے قصبوں روشت قلعہ اور مرغاب سے واخان تک گیس کی پائپ لائن بچھا دی ہے تاکہ اسے جلا کر حرارت پیدا کی جاسکے، کیونکہ واخان کے علاقہ میں درخت نام کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی ہے جسے جلانے کے کام لایا جاسکے۔ اس برفانی علاقہ میں درخت پیدا ہوتے ہی نہیں اور سردی کا زور سال میں صرف تین ماہ کم ہوتا ہے۔ روس نے یہ علاقہ بدخشاں کے دارالحکومت فیض آباد اور دریائے آمو کے پل سے ملانے کے لئے شاہراہ تعمیر کرنے کا پروگرام بنایا ہوا ہے جس پر ابھی کام شروع نہیں ہوا ہے۔

صوبہ جوزجان اور صوبہ فاریاب میں نکلنے والی گیس جس کے بعض کنوؤں سے تیل نکلنے کی بھی اطلاعات ملی ہیں کو پائپ لائنوں کے ذریعے روس پہنچایا جا رہا ہے اور بڑے بڑے پائپ اس کے لئے بچھائے گئے ہیں۔ یہ پائپ لائن زیادہ تر زیر زمین بچھائی گئی ہے، جہاں یہ سطح زمین پر ہیں آسانی نظر آسکتے ہیں، وہاں پر بکتر بند گاڑیاں اور ٹینک پہرہ دیتے ہیں، جب کہ پائپ اس طرح کا استعمال کیا گیا ہے جن پر مجاہدین کے دستی بم اثر نہیں کر سکتے۔ اس کے علاوہ اپنے فوجوں کے لئے روس نے افغانستان میں تین مراکز قائم کئے ہوئے ہیں جن میں ایک کابل کے قریب خیرخانہ دوسرا صوبہ بغلان میں قلعہ گئی کے مقام پر اور تیسرا صوبہ ہرات میں شین ڈنڈ کے مقام پر واقع ہے۔ یہ تینوں بڑے بڑے فوجی مرکز ہیں اور ان میں ہر وقت کم از کم پانچ سو مگ ۲۱، مگ ۲۳، اور گن شپ ہیلی کاپٹر پرواز کے لئے تیار کھڑے رہتے ہیں جب کہ چاروں اطراف میں ساڑھے تین سو سے ساڑھے چار سو تک بکتر بند گاڑیاں اور ٹینک آگ کے شعلے اگلنے کے لئے تیار علاقہ میں پھیلے ہوئے ہیں، اور اس کے ساتھ ساتھ توپیں اور اینٹی کرافٹ گنیں بھی مختلف مقامات پر نصب ہیں تینوں مرکزوں میں ایک خاص تعداد میں میزائل بردار گاڑیاں بھی ادھر ادھر گشت کرتی پھرتی ہیں۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بغلان میں قلعہ گئی فوجی مرکز میں موجود طیاروں اور گاڑیوں کے لئے تیل کی فراہمی پہلے ایک پائپ لائن سے ہوتی تھی۔ یہ ایک پائپ لائن روس سے قلعہ گئی تک بچھائی گئی تھی۔ اس میں ایک گھنٹہ پٹرول اور ایک گھنٹہ ڈیزل آیا کرتا تھا اس پٹرول کی کوالٹی میں فرق ضرور آتا مگر یہ ایک مجبوری تھی، لیکن جب سے دریائے آمو پر پل تعمیر کر کے استعمال کرنا شروع کیا گیا ہے ایک دوسری پائپ لائن پل پر سے گزار کر قلعہ گئی تک بچھائی گئی ہے اور اب ایک پائپ میں مسلسل ۲۴ گھنٹے پٹرول اور دوسرے میں ڈیزل آتا رہتا ہے۔ اب طیاروں کے لئے نہ پٹرول کی کمی محسوس کی جاتی ہے اور نہ گاڑیوں کے لئے ڈیزل کی کمی کا رونا رویا جاتا ہے۔

افغانستان میں برسر پیکار روسی فوجیوں کو زیادہ سے زیادہ ایمونیشن اور چھوٹے ہتھیار فراہم کرنے کی غرض سے قلعہ گئی فوجی کیمپ میں خود کار ہتھیاروں اور گولہ بارود کا کارخانہ قائم کیا گیا ہے۔ جہاں دن رات اسلحہ تیار ہوتا رہتا ہے۔ اس طرح کا ایک اور کارخانہ روسی سرحد سے ملحق افغانستان کے صوبہ کندز میں زیر تعمیر ہے اور اس پر تیزی سے کام جاری ہے۔ قلعہ گئی کے کارخانہ میں جہاں چھوٹے ہتھیار بنائے جاتے ہیں، وہاں بڑے ہتھیاروں کی مرمت بھی کی جاتی ہے۔

روس نے اپنے ان منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے مجاہدین کو مشرقی اور جنوب مشرقی صوبوں میں الجھائے رکھا ہے اور قندھار، زابل، پکتیا، ننگرہار، کنڑ اور پروان کے صوبوں میں حملے کرتا رہتا ہے۔ وادی پنجشیر، قندھار، لوگر اور پروان میں مجاہدین کے ٹھکانوں کے ارد گرد چھاتہ بردار اتار کر انھیں گھیرے میں لے کر ختم کرنے میں روسی کامیاب تو نہ ہو سکے مگر مجاہدین کو اپنی توجہ ان علاقوں کو مضبوط و مستحکم بنانے پر مرکوز و مبذول کرانے میں ضرور کامیاب ہوئے۔

روس ایک طرف مجاہدین کو ان علاقوں میں الجھائے رکھتا ہے اور دوسری جانب شمال اور شمال مغربی علاقوں میں قدم جمانے کے پروگرام کو عملی جامہ پہنا رہا ہے۔ اور چین، پاکستان اور ایران کی سرحدوں تک با آسانی رسائی حاصل کرنے کے اپنی راہ ہموار کر رہا ہے۔ ✿✿

نگران اعلیٰ
مولانا ابوالعرفان ندوی
مجلس ادارت
شمس الحق ندوی
محمود الازہار ندوی
پرنٹر، پبلشر جمیل احمد ندوی نے لکھنؤ پبلشنگ ہاؤس کینٹ روڈ لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات "شعبۂ تعمیر و ترقی" دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا

(بقیہ ص ۲)

کی امداد کے کام ہوں، آل و اولاد اور زن و فرزند کی مخلصانہ خواہش ہوں، یا خدا کے لئے تن تنہا جد وجہد اور جہاد ہو، ان میں سے ہر کام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہب میں دین تھا، اس لئے ایک مسلمان کی زندگی کا ہر شعبہ، ہر سعی و محنت اور ہر جد وجہد جو خدا کی مرضی کے حصول کی خاطر ہو، سراسر دین تھی، مسلمانوں کی گذشتہ تباہی و بربادی کا اصلی سبب یہی ہوا کہ انھوں نے دین و دنیا کی اس وحدت کے نکتہ کو فراموش کر دیا۔ بادشاہ دنیاوی کاروبار کا اور شیخ الاسلام دینی معاملات کا ذمہ دار بنا اور نصاریٰ کی طرح دین الگ، قیصر الگ اور خدا الگ قرار دیا گیا، دینی کاموں کی فہرست الگ بنائی گئی اور دنیاوی کاموں کی فہرست الگ تیار کی گئی، کچھ لوگوں نے اپنے کو خانقاہوں، مسجدوں اور حجروں میں بند کر کے اپنے کو دین کا خادم کہلایا اور کچھ لوگوں نے دنیا کے بازاروں اور جد وجہد کی صفوں میں پہنچ کر اپنے کو دنیادار قرار دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اہل دین ہونے کے مدعی دنیا کے کاموں کے لائق نہ رہے اور کھلم کھلا اہل دنیا کہلانے والے، خدا کی خوف و خشیت کو بھلا اور اس کی رضا کی دولت کو کھو بیٹھے۔

اب امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ پر فرض ہے کہ وہ دین و دنیا کی وحدت کے اس راز کو سمجھے اور اپنی تجارت و فلاح کی تدبیر اسی وحدت کے اندر تلاش کرے، وہ بازاروں میں خدا کے لئے دولت پیدا کرے، رزمگاہوں میں خدا کے لئے اپنی جانیں فدا کرے۔ مدرسوں اور جامعوں میں خدا کے لئے مفید و نافع علوم و فنون کی تعلیم حاصل کرے۔ تجربہ گاہوں میں خدا کے لئے ایجاد و اختراع کرے۔ دنیا کے ساتھ دین کی دولت بھی حاصل کرے اور زمین کی حکومت اور آسمان کی بادشاہی دونوں کو ایک دوسرے کا سایہ سمجھے۔"

(خطبہ رسول وحدت ص ۲۰-۲۴)

خطبات مدراس میں اسی حقیقت کا اظہار ان دلشگاف الفاظ میں فرمایا:

"دنیا میں جس چیز نے سب سے زیادہ گمراہی پھیلائی وہ دین و دنیا کا فرق ہے۔ دین کا کام الگ کیا گیا اور دنیا کا الگ، خدا کا حکم الگ ٹھہرایا گیا اور قیصر کا حکم الگ، یہ سب سے بڑی غلطی تھی جو دنیا میں پھیلی تھی، اس غلطی کا پردہ پیغام محمدی کی نور افگن شعاعوں نے چاک کر دیا۔ اس نے بتایا کہ اخلاص اور نیک نیتی کے ساتھ اس دنیا کے کاموں کو خدا کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق انجام دینا دین ہے یعنی خدا کے اصول کے مطابق دنیا داری ہی دینداری ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ ذکر و فکر، گوشہ نشینی و عزلت گزینی، کسی غار اور پہاڑ کی کھوہ میں بیٹھ کر خدا کو یاد کرنا دینداری ہے اور دوست و احباب، آل و اولاد، ماں باپ، قوم و ملک اور خود اپنی آپ مدد کرنا اور پرورش اولاد دنیاداری ہے۔ اسلام نے اس غلطی کو مٹایا اور بتایا کہ خدا کے حکم کے مطابق ان حقوق اور فرائض کو ادا کرنا بھی دینداری ہے ۔ ۔ ۔ ۔

مجھے صفائی سے کہنے دو کہ خاموشی و سکون، خلوت نشینی اور منفردانہ زندگی اسلام نہیں ہے۔ اسلام جد وجہد، سعی و عمل اور سرگرمی ہے، وہ موت نہیں حیات ہے۔ اس کا فرمان ہے: "لیس للانسان الا ما سعیٰ" (نجم) (انسان کے لئے وہی ہے جو وہ کوشش کرے)۔

اور:-

"کل نفس بما کسبت رهينة"۔

(مدثر - ۱)

(ہر جان اپنے کام کے ہاتھ گروی ہے)

اسلام سرتا پا جہاد و مجاہدہ ہے لیکن خلوت میں بیٹھ کر نہیں، بلکہ میدان میں نکل کر، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تمہارے سامنے ہے، عام صحابہ کی زندگی تمہارے سامنے ہے، وہی تمہارے لئے نمونہ ہے اور اسی میں تمہاری نجات ہے اور وہی تمہارا ذریعہ فلاح ہے اور وہی ترقی و سعادت کی راہ ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام بدھ کے پیغام کی طرح ترک خواہش نہیں، بلکہ تصحیح خواہش ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام حضرت مسیح (علیہ السلام) کے پیغام کی طرح دولت و قوت کی تحقیر اور مذمت نہیں ہے بلکہ ان کے حصول اور صرف کے طریقوں کی درستی اور اس کے صحیح استعمال اور مصرف کا تعین ہے۔

ایمان اور اس کے مطابق عمل ہی اسلام ہے۔ اسلام عمل ہے، ترک عمل نہیں، ادائے واجبات ہے عدم واجبات نہیں، ادائے فرض ہے ترک فرض نہیں۔ اس عمل اور ان واجبات اور فرائض کی تشریح تمہارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے یاران باصفا کی زندگیوں اور سیرتوں میں ملے گی جن کا نقشہ یہ ہے:-

محمد رسول الله والذين معه أشداء على الكفار رحماء بينهم تراهم ركعا سجدا يبتغون فضلا من الله ورضوانا۔ (فتح - ۴)

(محمد خدا کے رسول اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر بھاری، آپس میں رحم دل ہیں۔ ان کو دیکھو گے کہ وہ رکوع اور سجدہ میں ہیں۔ وہ خدا کی مہربانی اور خوشنودی کو ڈھونڈ رہے ہیں۔

کافرانِ حق کے ساتھ جہاد بھی قائم ہے۔ آپس میں برادرانہ الفت کے جذبات بھی ہیں۔ خدا کے سامنے رکوع میں جھکے اور سجدہ میں گرے بھی ہیں اور پھر دنیا میں خدا کی مہربانی اور رضا کے طالب بھی ہیں۔ خدا کی مہربانی قرآن پاک کی اصطلاح میں روزی اور معاش کو کہتے ہیں اس روزی اور معاش میں بھی دین کی طلب جاری ہے۔

"رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله" (نور - ۵)

(یہ وہ لوگ ہیں جن کو تجارت اور خرید و فروخت خدا کی یاد سے غافل نہیں کرتی)۔

تجارت، خرید و فروخت اور کاروبار بھی جاری ہے، اور خدا کی یاد بھی قائم ہے، وہ ایک کو چھوڑ کر . . . . دوسرے کو نہیں ڈھونڈھتے بلکہ دونوں کو ساتھ ساتھ

ع درکفے جام شریعت درکفے سندان عشق

مسلمانوں اور رومیوں میں جنگ ہے، صحابہ فوج کے سپاہی ہیں۔ کفار کا سپہ سالار ان مسلمان سپاہیوں کی حالت دیکھنے کے لئے اسلامی کیمپ میں جاسوس بھیجتا ہے وہ یہاں آکر اور مسلمانوں کو دیکھ کر واپس جاتے ہیں تو سراپا اثر میں ڈوبے ہوتے ہیں وہ جاکر رومی سپہ سالار کو بتاتے ہیں کہ مسلمان کیسے سپاہی ہیں۔ هم بالليل رهبان و بالنهار فرسان۔ (وہ راتوں کے راہب اور دن کے شہسوار ہیں) اسلام کی اصلی زندگی یہ ہے۔"

(خطبات مدراس ص ۱۹۶-۲۰۰ ملخصاً)

حضرت سیدی الشیخ قدس سرہ نے دین و دنیا کی اس یکجائی کا اظہار دلنشین تعبیر سے فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:-

"جب دل میں اللہ کے سوا کوئی نہ ہو تو پھر ساز و سامان، تاج و تخت وغیرہ تمام دنیا موجود ہو تو ضرر نہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ تخت و سامان میں بھی حاصل ہو سکتے ہیں اور اگر دل میں غیر اللہ سمایا ہو، غیر کی محبت ہو، تو ایک کملی بھی نقصان دے سکتی ہے میں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ ایک کملی پوش شخص شیخ کی تلاش میں تھے جہاں جاتے شیوخ میں کچھ ایسی چیز پاتے جو ان کی دانست میں کمال کے منافی ہوتی تھی، ایک بزرگ کے پاس پہونچے، وہاں چاندی سونا اور دوسرے نہایت قیمتی سامان پائے، دل میں کہا، یہ کیسا درویش ہے کہ اتنی دنیا اکٹھی کر رکھی ہے، شیخ نماز میں تھے، اس شخص کے خطرہ پر انھیں نماز میں وقوف ہوا، نماز کے بعد فرمایا، آؤ حج کے لئے چلیں۔ وہ شخص بھی تیار ہو گیا اور شیخ، اپنا کل سامان چھوڑ کر اسی وقت سفر پر روانہ ہو گئے، کچھ راستہ طے کیا تھا کہ وہی شخص کہنے لگا حضرت ٹھہرئیے میں اپنی کملی آپ کی جگہ پر بھول آیا ہوں لیتا آؤں۔ شیخ نے ارشاد فرمایا:

"آپ اپنی کملی کو نہ چھوڑ سکے اور ہم اپنا سارا مال و متاع چھوڑ آئے اور اس کا احساس تک نہ ہوا"۔

شیخ نے فرمایا:

"ما ایں ذرہ درگلی انداختہ ایم نہ در دل" ہمارے حضرت والا سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، "اگر کملی دل میں اٹکی ہوئی ہو تو مانع ہے اور تخت میں دل نہ الجھا ہو تو وہ مانع نہیں، مولانا روم نے فرمایا ہے

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

عام طور سے اس کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ دنیاوی مال و متاع کے ساتھ اللہ تعالیٰ نہیں مل سکتے، مگر مولانا روم نے دنیا کا جو مطلب لیا ہے وہ اس سے اگلے شعر میں بیان فرمایا ہے

چیست دنیا از خدا غافل شدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

یہاں "دنیا" سے مراد "خدا سے غافل ہونا" ہے، "قماش و نقرہ و فرزند و زن" دنیا نہیں۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے غافل کرانے والے نہ ہوں۔

ہمارا ریاض یہ نہیں کہ بارہ سال جنگل میں بھوکا رہا جائے یا الٹا لٹک کر عبادت کی جائے (احقر نے عرض کیا "صلوٰۃ معکوس" پڑھتے ہیں فرمایا "صلوٰۃ معکوس" نہیں، "تصوف معکوس" ہے یہ چیزیں جوگیوں سے لی ہیں)۔

. . . ہمارا ریاض یہ ہے کہ باطن میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہو، دل سے غیر کی محبتیں خارج ہو کر اللہ تعالیٰ کی محبت میں آ چکی ہو، اور ظاہر میں اعمال صالحہ کی ہر حالت میں پابندی ہو، محبت کا یہ مطلب نہیں کہ نام لے تو رونا آجائے، بلکہ محبت کا مطلب یہ ہے کہ جتنی محبت بڑھتی جائے اتنا ہی اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کمال ہوتا جائے۔

(بقیہ ص ۱۴ پر)

ندوہ کے شب و روز

آفتاب عالم

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کے الفاظ میں، "ندوۃ العلماء کی تاسیس کا مقصد ہندوستان کی دینی تعلیم میں ایک انقلاب پیدا کرنا تھا۔ دینی تعلیم کو زندگی کے ساتھ ہم آہنگ کرنا تھا اور ایسے صاحب الفکر، بالغ نظر اور ماہر فن علماء پیدا کرنا تھا جو اس عہد انقلاب میں مسلمانوں کی علمی و دینی رہنمائی کا فرض انجام دے سکیں"۔

اس حیثیت سے ندوۃ العلماء نے جس اصلاح تعلیم، زمانہ شناسی اور بدلتی دنیا میں پیش آنے والے مسائل کے ساتھ حکیمانہ رویہ اختیار کر کے اس عہد برق و فولاد کی رہنمائی کا دعویٰ کیا تھا، اس کا ایک بڑا نتیجہ یہ ہونا تھا کہ وہ اپنی مادر علمی میں ایسے وسائل مہیا کرتا کہ اس کے تعلیم یافتہ گروہ سے مختلف علوم و فنون کے اہل قلم و مصنف پیدا ہوتے۔ خدا کا شکر ہے کہ جمعیۃ الاصلاح اور النادی العربی نے نہ صرف خاصی حد تک اس خلاء کو پُر کیا بلکہ نونہالانِ ندوہ کی دینی، فکری، علمی و ثقافتی اور ادبی استعداد کو جلا دیتے، ان کے بیکراں جذبات میں ہم آہنگی پیدا کرنے اور ان کی خفتہ صلاحیتوں کو بیدار کرنے میں بڑا اہم رول ادا کیا۔ جمعیۃ الاصلاح نے بزم خطابت و سلیمانی کے اسٹیج، اپنی علمی اور فکری کتابوں اور ہند و بیرون ہند کے موقر و مستند جرائد و مجلات کے ذریعہ طلبہ کے اندر علمی چاشنی، گہرائی مطالعہ اور وسعت فکر و نظر پیدا کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا۔ بزم خطابت و سلیمانی کی ہفتہ واری تقریریں اور مقالات، بیت بازی، تمثیلی مشاعرہ اور ششماہی و سالانہ انعامی مقابلے طلبہ کی دلچسپی کا ہمیشہ سامان بنے رہتے ہیں۔

جمعیۃ الاصلاح کے ششماہی مقابلے:

بزم خطابت، ۱۹، ۲۰ر جنوری کو انجمن جمعیۃ الاصلاح کے تحت بزم خطابت و سلیمانی کے ششماہی انعامی مقابلے ہوئے پہلی نشست برائے علیا زیر صدارت شیخ الحدیث مولانا ضیاء الحسن صاحب ندوی منعقد ہوئی۔ طلبہ نے "عطا مومن کو پھر درگاہ حق سے ہونے والا ہے شکوہ ترکمانی، ذہن ہندی، نطق اعرابی" کے موضوع پر تقریریں کیں۔

انعام اول، وثیق الرحمٰن۔ دوم محمد رفیق سوم کفیل الدین۔

دوسری نشست برائے سفلی زیر صدارت حضرت مولانا شہباز صاحب اصلاحی منعقد ہوئی، طلبہ نے "خدا کا آخری پیغام ہے تو جاوداں تو ہے" کے موضوع پر تقریریں کیں۔

انعام اول قرآن احمد، دوم انوار عالم سوم علی اکبر۔

بزم سلیمانی: پہلی نشست برائے علیا، زیر صدارت جناب مولانا شہباز صاحب اصلاحی منعقد ہوئی، طلبہ نے "اردو کے ارتقاء پر علامہ شبلی کا کردار" کے موضوع پر مقالے پیش کئے۔

اول انعام کفیل الدین، دوم امین الدین سوم عبید الرحمٰن۔

دوسری نشست برائے سفلی زیر صدارت مولانا غفران احمد صاحب ندوی منعقد ہوئی۔ طلبہ نے "معاشرتی زندگی کا اسلامی تصور" کے موضوع پر مقالات پیش کئے۔

انعام اول انوار عالم، دوم علی اکبر، سوم سلامت اللہ بیگ۔

مقابلہ بیت بازی:

۱۰ر فروری کو انجمن الاصلاح کے تحت شیخ الحدیث جناب مولانا ضیاء الحسن صاحب ندوی کی صدارت میں بیت بازی کا مقابلہ ہوا۔ ۵۶ طلبہ پر مشتمل کل ۴ ٹیموں نے حصہ لیا۔

(الف) (کیپٹن) محمد رفیق
(ب) (کیپٹن) نظیر عالم
(ج) (کیپٹن) عبد الحسیب سیتاپوری
(د) (کیپٹن) سلمان نقوی

ٹیم الف کامیاب ہوئی اور انعام حاصل کیا۔ ہاری ہوئی ٹیم میں سے محمد ارشد کشمیری کو تشجیعی انعام ملا۔

مقابلہ تمثیلی مشاعرہ

۲۶ر جنوری کو انجمن الاصلاح کے تحت حسب سابق تمثیلی مشاعرہ منعقد ہوا۔ نظامت کا فریضہ مولانا غیاث احمد صاحب ندوی نے انجام دیا، اس مشاعرہ میں طلبہ نے امیر خسرو، مومن خاں مومن، غالب، حالی اور ڈاکٹر اقبال جیسی عظیم شخصیتوں کی تمثیل کی اور اپنی خوش مزاجی اور ذوق طبع کا ثبوت فراہم کیا۔

انعام اول: امیر خسرو (محمد عرفان)
دوم: مومن خاں مومن (علی اکبر)
سوم: علامہ اقبال (عقیل احمد)

جمعیۃ خورد کے انعامی مقابلے:

جمعیۃ خورد کے تحت ہونے والے ششماہی تحریری و تقریری انعامی مقابلوں کا سلسلہ ۱۳ر جنوری سے شروع ہوا۔ پہلی نشست برائے علیا، زیر صدارت جناب مولانا عبد النور صاحب ندوی منعقد ہوئی۔ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسوۂ کامل" کے موضوع پر طلبہ نے تقریریں کیں۔

انعام اول: خورشید عالم۔ دوم عبد الحمید سوم مجیب اختر۔

دوسری نشست برائے سفلی زیر صدارت جناب مولانا نعیم اختر صاحب ندوی منعقد ہوئی۔ طلبہ نے "نماز کی اہمیت" کے موضوع پر تقریریں کیں۔

انعام اول، طارق شفیق، دوم اعجاز احمد سوم فہیم اختر۔

بزم سلیمانی: پہلی نشست برائے علیا زیر صدارت جناب مولانا شہباز صاحب اصلاحی منعقد ہوئی۔ "انبیائے کرام کی بعثت کا مقصد" کے موضوع پر طلبہ نے مقالے پیش کئے۔

انعام اول: ولی اختر۔ دوم: انتخاب عالم سوم: رضوان الرحمٰن سیماب غوری

دوسری نشست برائے سفلی زیر صدارت جناب ماسٹر الیاس صاحب منعقد ہوئی۔ "علم کی اہمیت و ضرورت" کے موضوع پر طلبہ نے مقالات پیش کئے۔

انعام اول: دبیر عالم، دوم: اعجاز احمد سوم: طارق شفیق۔

مقابلہ بیت بازی:

جمعیۃ خورد کے تحت بھی بیت بازی کا مقابلہ ہوا، اس میں کل چار ٹیموں نے حصہ لیا،

(الف): (کیپٹن) انتخاب عالم
(ب): (کیپٹن) ارشاد احمد
(ج): (کیپٹن) حسن رضا
(د): (کیپٹن) قمر صدیقی

انعام اول "ب"
انعام دوم "د"
انعام سوم "الف"

شعبۂ حفظ کی سرگرمیاں:

شعبۂ حفظ کے تحت بزم خطابت و سلیمانی کے پروگرام پوری گرم جوشی سے ہوتے رہتے ہیں۔ ۳ر فروری کو شعبۂ حفظ کے تحت بیت بازی کا مقابلہ ہوا، جناب مولانا زاہد صاحب ندوی نے صدارت کا فریضہ انجام دیا۔ اس میں تین ٹیموں نے حصہ لیا۔

الف: (کیپٹن) نعیم الرحمٰن
(ب): (کیپٹن) نبی احمد
(ج): (کیپٹن) نور الصباح

"ج" ٹیم کامیاب ہوئی اور انعام حاصل کیا، ہاری ہوئی ٹیموں میں سے نبی احمد کو اول، ابوظفر کو دوم اور نعیم الرحمٰن کو سوم تشجیعی انعام ملا۔ شعبۂ حفظ کے تحت قرأت و حفظ کا بھی عنقریب ہی مقابلہ ہونے والا ہے۔

النادی العربی کا مقابلہ:

لجنۃ الخطابہ کا مقابلہ ۱ر فروری کو ہوا۔ پہلی نشست برائے طبقۂ دنیا و سفلی زیر صدارت جناب مولانا سعید الرحمٰن صاحب ندوی منعقد ہوئی۔ طبقۂ دنیا کے طلبہ نے "کیف نؤدی واجبنا؟" کے موضوع پر تقریریں کیں۔

انعام اول: حبیب الرحمٰن
دوم: سید محمد حبیب
سوم: محمد شاکر

طبقۂ سفلی کا مقابلہ برجستہ تھا۔

انعام اول: توفیق احمد
دوم: قرآن احمد
سوم: زبیر احمد اعظمی

دوسری نشست برائے وسطیٰ و علیا زیر صدارت جناب مولانا محمد رابع صاحب ندوی منعقد ہوئی۔ طبقۂ وسطیٰ کا مقابلہ برجستہ تھا۔

انعام اول: فضل الرحمٰن
دوم: محمد ایوب کشمیری
سوم: بہاء الدین

النادی العربی نے فروری کے آخر تک "تمثیلی مشاعرہ" کے انعقاد کا فیصلہ کیا ہے، طلبہ اس مشاعرہ کا شدت سے انتظار کر رہے ہیں، اگر ذوق و شوق کا یہی عالم رہا تو کچھ عجب نہیں کہ یہ تمثیلی مشاعرہ و بیت بازی کا پیش خیمہ ثابت ہو۔

اللجنۃ الثقافیۃ:

۵ر جنوری کو لجنۃ ثقافیہ نے ایک جلسہ زیر صدارت جناب مولانا محمد رابع صاحب ندوی منعقد کیا، احمد فہیم زمزم نے "بیعت

التسامح والتعصب" کے موضوع پر پُر از معلومات مقالہ پیش کیا۔ پھر اس پر بحث و مباحثہ ہوا، اس طرح یہ علمی مجلس بڑی مفید اور نتیجہ خیز ثابت ہوئی۔

حضرت مولانا کا خطاب:

اسی دوران حضرت مولانا مدظلہ العالی نے طلبہ کو خطاب فرمایا آیت کریمہ بل الانسان علیٰ نفسہ بصیرۃ ولو القیٰ معاذیرہ" کو موضوع بناکر یہ بتایا کہ آئین وقوانین اور دنیا کی ساری حد بندیاں بے معنی ہیں اصل چیز احساس ذمہ داری اور فریضہ شناسی ہے، انسان خود اپنا محافظ اور نگراں ہے وہ اگر اپنی حفاظت آپ کے لئے آمادہ ہیں تو قوانین وضوابط اس کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتے، اخیر میں حضرت مولانا نے طالبان علوم نبوت کو اپنے منصب ومقام سے آشنا ہونے، عادات قبیحہ سے اجتناب اور اخلاق حسنہ سے متصف ہونے کی دعوت دی اور دعا پر تقریر ختم کی۔

جناب ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی کی تقریر

درین اثنا جناب ڈاکٹر عبداللہ عباس صاحب ندوی ندوۃ العلماء تشریف لائے ہمارے اساتذۂ ادب عربی نے یہ موقع غنیمت جانا اور مولانا سے "الاتجاهات الجديدة في اللغة" کے موضوع پر روشنی ڈالنے کی درخواست کی۔ مولانا نے یہ درخواست قبول فرمائی اور سابق موضوع پر خاصی تفصیل سے روشنی ڈالی، اور یہ وعدہ فرمایا کہ کسی دوسرے موقع پر الاتجاهات الجديدة في الادب العربي" کے موضوع پر عرض کروں گا۔

ندوۃ العلماء کا یہ وہ علمی، ثقافتی اور ادبی ماحول ہے جس میں پہنچ کر ہر بادہ خوار

علم وفن پر اہتزاز وانبساط کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ ندوۃ العلماء کی یہ ہمہمی اور گوناگوں سرگرمیوں کی داستان سنکر کیوں نہ تشنگان علم دین کی طبیعت مچل اٹھے اور ان کی یہ دلی خواہش ہو کہ کاش ہم بھی اس دینی، علمی اور ادبی وثقافی ماحول میں رہ کر علم و ادب کے عطر بیز جھونکوں سے اپنے مشام جاں معطر کرتے۔ اسی ماحول سے متاثر ہو کر عالم اسلام کے مشہور صاحب طرز ادیب شیخ علی طنطاوی نے موجودہ کتب خانہ کے ہال میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"میری طبیعت چاہتی ہے کہ میرا بچپن پھر سے لوٹ آئے اور میں اپنی تعلیم ندوۃ العلماء میں پوری کروں"۔

جھانسی کے عالمی اجتماع میں طلبہ کی شرکت:

جس علم میں تجلیات کلیم اللہ اور مشاہدات حکیم اللہ نہ ہوں وہ علم نیاز و حضور بننے کے بجائے سراپا ناز وحجاب بن جاتا ہے۔ علم کے ناز کو نیاز سے بدلنے کے لئے اور اس کو سراپا حضور بنانے کے لئے بزرگان دین نے ذکر کی تلقین کی ہے۔ پھر یہ کہ دینی شغف اور تقوی وطہارت کے بغیر یہ علم، علم نبوی حاصل بھی نہیں ہوتا اس لئے طلبہ علمی انہماک کے ساتھ ساتھ دینی میدان میں پوری گرم جوشی کے ساتھ سرگرم عمل رہتے ہیں، جھانسی کے حالیہ عالمی اجتماع میں اساتذہ اور طلبہ کی بیشتر افراد پر مشتمل ایک جماعت نے شرکت کی اس طرح طلبہ کو مدرسی دنیا سے باہر ایک نئے ماحول کو دیکھنے سمجھنے اور اس کے مطابق اسی سیرت وکردار کو ڈھالنے کا موقع ملتا ہے۔

کلیۃ الشریعہ کے وکیل جناب مولانا ابوالعرفان صاحب ندوی کا طلبہ سے خطاب:

مولانا نے "آپ مطالعہ کیسے کریں؟" کے موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے بتایا کہ تحصیل علم کا دو ذریعہ ہیں،

۱۔ مطالعہ (۲) ماہرین فن کی صحبت۔

مطالعہ کی حیثیت جوہری اور کلیدی ہے، مطالعہ تحصیل علم میں پہلا زینہ ہے مطالعہ غذا کے مانند ہے جس طرح سے غذا کے اختیار میں ہر شخص کو حق پہونچتا ہے لیکن اس کے مضر اثرات سے دوچار ہونا ناگزیر ہوتا ہے، اسی طرح سے نامناسب مطالعہ سے غیر شعوری طور پر غلط معلومات علمی ثقافت کا جزء بن جاتی ہیں، اس لئے مطالعہ کو ثمر آور بنانے کے لئے اس بحر کے کسی شناور کی رہنمائی بہت ضروری ہے۔

اخیر میں مولانا نے بتایا کہ علمی ستون بلند کرنے کے لئے طلب وتجسس نہایت ناگزیر ہے۔ طلب وتجسس کے بعد میں وہ "تابڑانہ" علم حاصل ہوتا ہے جس میں مجرد ادارہ ہی سے بات نوک زبان پر آجاتی ہے، ورنہ اس طلب کے بغیر حاصل شدہ علم عام طور سے بہت جلد طاق نسیاں ہو جاتا ہے۔

آل ندوہ فٹ بال ٹورنامنٹ:

ہمیں فخر ہے کہ جس مادر علمی سے ہمارا اصلاحی وتربیتی تعلق ہے اس میں طلبہ کو سنوارنے اور نکھارنے اور ان کی شخصیت کی تشکیل و تعمیر کے ساتھ ساتھ ظرافت وخوش طبعی اور بشاشت وطباعی کا بھی سامان بمقدار وافی موجود ہے۔ طلبہ ایک طرف الاصلاح، بزم خطابت وسلیمانی، بزم صحافت اور نادی عربی کی سرگرمیوں سے اپنی گوناگوں علمی، فکری اور ادبی صلاحیتوں کو نئی شادابی، نئی قوت نمو اور نئے برگ و بار عطا کرتے ہیں اور روح کو بالیدگی بخشتے ہیں اور دوسری طرف کرکٹ، فٹ بال، والی بال اور بیڈمنٹن کے ذریعہ اپنی بشاشت وطباعی کا سامان فراہم کرتی ہیں۔

آل ندوہ ٹورنامنٹ ۳۰ر جنوری سے ۱۶ر فروری تک جاری رہا اس میں شرکت کرنے والی ٹیموں کے نام حسب ذیل ہیں:-

(۱) الزمالک (کیپٹن) منور حسین
(۲) الرائد (کیپٹن) حزان احمد
(۳) الامۃ (کیپٹن) عرفان حسنی
(۴) البلاغ (کیپٹن) عبدالعزیز نائیجیریا
(۵) الجامعۃ (کیپٹن) عثمان خان
(۶) الاھلی (کیپٹن) محمد احسان
(۷) الھلال (کیپٹن) عرفان خان
(۸) البعث (کیپٹن) عادل حسین

فٹ بال ٹورنامنٹ میں ٹیم الزمالک اول انعام۔ دوم البلاغ۔

یہ یاد رہے کہ ندوۃ العلماء میں ٹورنامنٹ کا وہ مطلب نہیں جو عام اسکولوں اور کالجوں میں ہوتا ہے بلکہ طلبہ عصر کی نماز کے بعد ساتر لباس میں کھیل کے میدان میں اترتے ہیں اور مغرب سے پانچ منٹ پہلے کھیل ختم ہو جاتا ہے۔ مسجد آباد اور کھیل کا میدان خالی ہو جاتا ہے۔

بقیہ ص ۱۲ : دین ودنیا کی وحدت

اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کی یہی پہچان بتائی ہے، ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ اتباع نبوی میں صرف ظاہری اتباع کافی ہے۔ سیاہ پگڑی باندھ لی، سرمہ لگالیا تہبند نصف ساقین تک اونچا کرلیا، اور اتباع نبوی مکمل ہو گیا۔ ظاہری اتباع کی نفی نہیں کرتا۔ وہ بھی ضروری ہے لیکن باطنی اتباع اس سے بھی زیادہ ضروری ہے احوال میں اتباع ہو، فکر وکیفیات قلبی میں اتباع ہو، اُس کی طرف توجہ نہیں جاتی۔ صابرین فی البأساء والضراء وحین البأس۔ ہر حال میں سختی میں بیماری میں لڑائی کے وقت غرض ہر حالت میں اور ہر وقت اپنی خواہشات کو روک کر اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق عمل کرنا اپنا ریاض ہے، ضابطۂ نفس ہو، اللہ تعالیٰ کے اوامر کا ہر حال میں پابند ہو، یہی اصل مقصد اور یہی تصوف ہے ... ہمارا ریاض تو بس یہی ہے کہ سونے چاندی اور جواہر کے ڈھیر اور تھیلیاں پڑی ہوں اور ادھر (بغیر حق) نگاہ تک نہ ڈالی جائے، کمال حسن وجمال ہو تنہائی ہو، قدرت ہو، لیکن ادھر اللہ تعالیٰ کے تعلق کی بنا پر قطعاً توجہ نہ کی جائے یہ کیا ہے کہ بارہ سال جنگل میں روٹی نہیں کھائی، اُلٹے لٹکے رہے یہ تو جوگی بھی کر لیتے ہیں۔

مطالعہ کی میز پر

۱۔ ارشادات ومکتوبات : از: حضرت مولانا محمد الیاسؒ

صفحات: ۱۵۲ قیمت: ۱۲ روپے

پتے: عرشی پبلیکیشنز ۱۲۰۵ رکاب گنج، نئی دہلی۔ (۲) افتخار فریدی صاحب، فریدی بلڈنگ، سنبھلی گیٹ، مرادآباد

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب (بانی تبلیغ) اس صدی کے مجددین امت میں سے ہیں، جنھوں نے اپنی ساری اشاعت وتبلیغ دین، اعلائے کلمۃ اللہ اور اصلاح امت کے لئے وقف کردی تھی۔ حضرت مولانا کا یہ خاص کارنامہ ہے کہ انھوں نے عرصے کے بعد دینی ماحول کے پُرسکون سمندر میں حرکت اور روانی پیدا کی اور تبلیغ دین کا عملی اور مؤثر طریقہ عام کردیا جس کے نتیجے میں دین کے اصول ومبادی کے لئے ہر طرف سرگرمی پھیل گئی اور چلتی پھرتی خانقاہیں اور متحرک مدرسے وجود میں آگئے۔

تبلیغی جماعت قرن اول کے طریقے پر زبانی تعلیم وتبلیغ پر یقین رکھتی ہے اور تحریر کو ثانوی حیثیت دیتی ہے، اس لئے اس کا کوئی بڑا لٹریچر وجود میں نہیں آیا اور جو کچھ ہے اس کا بڑا حصہ حضرت شیخ الحدیثؒ کے فضائل کی کتابیں ہیں۔ البتہ تبلیغ کے تعارف کے سلسلے میں بھی ان کے کچھ رسالے سامنے آگئے ہیں، جماعت اور بانی جماعت کا اولین تعارف حضرت مولانا علی میاں صاحب مدظلہ، نے اپنی کتاب "حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دعوت" اور "مکاتیب مولانا محمد الیاسؒ"، کے ذریعے کرایا تھا، اور پھر حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ، نے "ملفوظات مولانا محمد الیاسؒ"، کے ذریعے۔ اب تبلیغی جماعت کے پرانے کارکن جناب افتخار فریدی صاحب نے (جو اکابر کے نام اور کام کو زندہ کرنے کے لئے معذوریوں کے باوجود سرگرم رہتے ہیں) بڑی محنت ومحبت، بڑے ذوق وشوق اور اخلاص واہتمام سے حضرت مولاناؒ کے بقیہ مکتوبات وملفوظات کا ایک نیا مجموعہ مرتب کردیا ہے جو اپنی اہمیت وافادیت میں سابقہ مجموعوں سے کسی طرح کم نہیں۔

شروع کا بیشتر حصہ ملفوظات اور آخری حصہ مکتوبات پر مشتمل ہے جنھیں پڑھ کر حضرت مولانا کی تحریک ودعوت کو بہتر طور پر نہ صرف سمجھنے میں مدد ملتی ہے بلکہ ذوق عمل بھی بیدار ہوتا ہے اور دین کا تحریکی تصور واضح طور پر سامنے آتا ہے۔

حضرت کے ملفوظات ومکتوبات کے مطالعے پر ممتاز اکابر علماء نے زور دیا ہے جن کے ذریعہ تبلیغی کارکن دعوت کے طریقہ کار ومقاصد کو صحیح طور پر اپنا سکیں گے۔ جناب فریدی صاحب کے پاس مولاناؒ کے ملفوظات ومکتوبات کا ایک اور ذخیرہ بھی ہے جس کی اشاعت بھی ضروری ہے۔

۲۔ تبلیغی کام : از، افتخار فریدی صاحب

صفحات: ۸۸ قیمت: تین روپے

پتہ: کتب خانہ انجمن ترقی اردو، جامع مسجد، دہلی ۶

یہ فریدی صاحب کا مرتبہ ایک پرانا رسالہ ہے جس کا نیا ایڈیشن شائع ہوا ہے اس میں کوشش کی گئی ہے کہ حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور حضرت مولانا محمد یوسفؒ کے ارشادات کی روشنی میں تبلیغی کام کو عام فہم انداز میں سمجھا جائے۔ تبلیغی کام کے چھ نمبروں کی تفصیل مولانا محمد الیاسؒ کا فرمودہ ہے۔ شروع میں مولانا محمد یوسفؒ کی تمہید ہے اور بعد میں ان کی آخری تقریر "مسلمانوں کو امت بننے کی دعوت" کے عنوان سے درج ہے۔ اس کے ساتھ ہی مولانا محمد یوسفؒ کی طویل عربی دعا مع اردو ترجمہ شامل ہے جو وہ تبلیغی جلسوں میں فرمایا کرتے تھے۔

غرض اس چھوٹے سے رسالے میں بڑی کام کی چیزیں اور تبلیغی تحریک کی بنیادی باتیں اس کے اکابر کے بیانات کی صورت میں جمع ہو گئی ہیں، جن سے عوام وخواص بھی مستفید ہو سکتے ہیں۔ فریدی صاحب لائق مبارکباد ہیں کہ انھوں نے ان چیزوں کو مرتب اور محفوظ کردیا۔

۳۔ دعوت اسلام، تمام عالم کی حیات : از: جناب عبدالملک جامعی مرادآبادی ثم مدنی

صفحات: ۳۲ مفت برائے اشاعت

اس رسالے کے مرتب جناب عبدالملک جامعی صاحب مہاجر مدنی ہیں جو مولانا محمد علی جوہرؒ کے دور آخر میں اُن کے ساتھ رہے پھر تبلیغی کام میں لگے اور اب عرصے سے مدینہ منورہ میں حفظ قرآن کی توسیع واشاعت کے مبارک کام میں لگے ہوئے ہیں۔ اس رسالے کے ذریعے انھوں نے دعوت وتبلیغ کی اہمیت وافادیت بڑے چونکانے والے عنوانات کے ذریعے سمجھائی ہے۔ لب ولہجہ بہت مؤثر، اور اسلام اور مسلمانوں کے لئے اخلاص کا آئینہ دار ہے۔ ضرورت ہے کہ لوگ اس رسالے کو زیادہ سے زیادہ عام کریں اور اس کے پیغام کو سمجھیں۔

۴۔ حجاز وماورائے حجاز (حصہ اول) : از: جناب عبدالملک جامعی صاحب

صفحات: ۸۸ قیمت: چھ روپے

پتہ : مکتبہ برھان : جامع مسجد، دہلی

اس نام سے جناب عبدالملک صاحب جامعی نے حجاز اور ماورائے حجاز کا ایک تفصیلی سفرنامہ لکھنا شروع کیا ہے، جس کا یہ پہلا حصہ سامنے آیا ہے۔ کہنے کو تو یہ سفرنامہ ہے مگر اس میں تاریخ وجغرافیہ، انساب وقبائل عرب، عرب جاہلیت اور جزیرۃ العرب کے متعلق متفرق ومختلف معلومات جمع ہو گئی ہیں، زبان وبیان بہت دلکش ہے اور اس حیثیت سے یہ کتابچہ بہت اہم ہے کہ مصنف کے ذاتی مشاہدات و تحقیقات پر مشتمل ہے جن سے جزیرۃ العرب کی تاریخ وجغرافیہ کے بہت سے پہلو روشنی میں آجاتے ہیں اور ان سے بڑی عبرت وبصیرت حاصل ہوتی ہے امید ہے کہ مصنف موصوف اس کے اور حصے بھی جلد مرتب کر کے افادۂ عام کے لئے شائع کریں گے، اور نیازمندانِ حجاز کی تشنگی دور فرمائیں گے۔

(شمس تبریز خاں)

دین الٰہی

ابوالاسرار رمزی اٹاوی، جودھپور

عجب شان کا ہے یہ دینِ الٰہی — نہ اس میں غلامی نہ اس میں ہے شاہی
نہ اس میں ہر یجن نہ اس میں سکندر — نہ کوئی برہمن نہ کوئی قلندر
جہادِ نبیؐ دے رہا ہے گواہی — مزاج اس کا ہرگز نہیں خانقاہی
عجم کے لئے ہے عرب کے لئے ہے — عدالت میں انصاف سب کے لئے ہے
لباس ومکان وغذا بھی برابر — ہر اک جرم کی ہے سزا بھی برابر
فقط ایک حاکم کے محکوم بندے — نہیں ہیں کسی حق سے محروم بندے
مسلمان کیا ہے "خدا کا سپاہی"
سکھائی گئی ہے اسے خیر خواہی